قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربہ فصلیٰ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے، نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے، نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ

المرشد لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

جلد ۱۸ ربیع الاول بمطابق اگست ۱۹۹۶ء شمارہ ۱

مدیر:- تاج رحیم ؒ سرکولیشن مینجر:- رانا جاوید احمدؒ

اس شمارے میں

ومآ ارسلنک الا رحمتہ للعالمین	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
اے نگاہ یار تیرا شکریہ	حافظ عبدالرزاق	۱۱
اطاعت اور تکذیب	مولانا محمد اکرم اعوان	۱۵
انسان کامل کے اوصاف حمیدہ	حافظ عتیق الرحمن	۲۲
مقصد حیات	مولانا محمد اکرم اعوان	۲۹
اسلامی ریاست کی بنیاد	مولانا محمد اکرم اعوان	۳۶
زندگی گذارنے کا سلیقہ	مولانا محمد اکرم اعوان	۴۳

پتہ:- ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور۔ ۵۴۷۷۰

فون نمبر ۵۱۱۵۰۸۶

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق

پرنٹر:- باہتمام جدید پریس لاہور

ماہنامہ **المرشد** کے

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیرِ اعلیٰ

نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظرِ اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۱۵۰ امریکن ڈالر	۱۳۵۰ امریکن ڈالر

ادار یہ

دہشت گرد اور جدید ٹیکنالوجی

سنتے آرہے ہیں کہ انسان بہت ترقی کر چکا ہے۔ انسان انتہائی مہذب اور امن پسند بن گیا ہے۔ غیر ترقی یافتہ دور کے مظالم اب صرف تاریخی کہانیاں بن گئی ہیں۔ تحقیق، سائنس اور ٹیکنالوجی بھی اس قدر ترقی کر چکی ہے کہ موچی دن بھر میں ایک جوڑا جوتا نہیں بنا سکتا تھا لیکن اب مشینوں کے ذریعے ایک فیکٹری میں ایک دن میں ہزاروں لاکھوں جوتے تیار ہو جاتے ہیں۔ غیر ترقی یافتہ دور میں ایک آدمی خنجر یا تلوار سے بہ مشکل ایک قتل کر سکتا تھا اور بقایا زندگی خود قتل ہو جانے کے خوف سے گذارتا۔ اس مہذب دور میں جدید ٹیکنالوجی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دہشت گرد آنکھ جھپکتے درجنوں انسانوں کو زندگی سے فارغ کر دیتا ہے۔ گرفتاری تو دور کی بات ایسی سلیمانی ٹوپی پہنے ہوتا ہے کہ اربوں روپے کی تنخواہ ہضم کرنے والے امن کے محافظ اداروں کو صفحہ ہستی پر نظر نہیں آسکتا۔ البتہ ہمارے سیاست دانوں اور حکمرانوں کو اپنی پبلسٹی کا موقعہ ضرور مل جاتا ہے۔

غیر مہذب دور میں بڑے بڑے ظالم ڈکٹیٹر گذرے ہیں۔ انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنا[illegible]ے تھے۔ اس مہذب دور میں ٹیکنالوجی نے کیسا کیسا اسلحہ بنا ڈالا ہے کہ آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی ہزاروں انسان صفحہ ہستی سے غائب ہو جاتے ہیں۔ ابھی تھے اور اب نہیں ہیں۔ وہ غیر مہذب دور کے ظالم تھے اور یہ مہذب دور کے ایسے لوگ نوبل کا امن انعام پاتے ہیں۔ کیونکہ یہ جمہوریت کے پاسبان ہیں اور جمہور کی بقا کے لئے ایسا کرنا پڑتا ہے۔

سائنس، ٹیکنالوجی ایجاد یہ سب اللہ کی عطا ہیں۔ آج قوموں کی ترقی کا ذریعہ بھی یہی ہیں۔ مسلمان قوم پر اس کا حصول فرض بنتا ہے۔ وقت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ دین، تہذیب اور قوم کی بقا بھی اسی میں ہے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کرے۔ لیکن مجرمانہ اور تخریبی ذہنیت رکھنے والے افراد جب قوم کے راہنما بن جاتے ہیں تو اسی ٹیکنالوجی کو وہ قوم کی بربادی اور فنا کا سبب بنا دیتے ہیں۔ ٹیکنالوجی کو ترقی اور بقا کا ذریعہ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ قوم اپنے شہریوں، بیوروکریٹس، فوج، سیاست دانوں اور حکمرانوں کے اس نازک و لطیف جز جسے قلب کہتے ہیں، کی صفائی اور تربیت کا اہتمام بھی کرے۔ تاکہ دہشت گرد پیدا کرنے اور ان کے کارناموں پر اپنی پبلسٹی کے دلدادہ اور تخریبی ذہنیت کے حکمران پیدا کرنے کی بجائے مفید شہری اور دردمند حکمران پیدا کر سکیں۔

تاج رحیم

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

مولانا محمد اکرم اعوان

سورۃ انبیاء کی ایہ مبارکہ وہ مشہور ایہ کریمہ ہے جس پر اکثر و بیشتر ہر ہر تقریر پر ہر ہر اجتماع پر مسلمان ذکر بھی کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر مسلمان بلکہ سارے مسلمان اسی کو اپنا اخروی سہارا بھی سمجھتے ہیں اور نجات کا ذریعہ بھی اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایسی صورت پیش فرمائی گئی ہے۔ وہ پہلو پیش فرمایا گیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ کی مخلوقات کے ساتھ تعلق کا پہلو ہے اور اس میں اتنی وسعت اور اتنی فراوانی ہے کہ کوئی اس کی حدود کو سمجھنے یا ماپنے کی کوشش نہیں کر سکتا۔ انسانی عقل و شعور اور علوم سے بالاتر ہے فرمایا۔ **وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین۔**

کہ اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اب مخلوق جو جہانوں کی وسعت ہی کو شمار نہیں کر سکتی اپنے طور پر یہ ہی نہیں جان سکتی کہ کتنے عالم ہیں کتنی دنیائیں ہیں کتنی فضائیں ہیں کون کون سی فضا میں کون کون سی اللہ کی مخلوق ہے تو ان سب کی ضروریات ان سب کے خطاؤں ان سب کی کمزوریوں ان سب کی دعاؤں ان سب کی ان تمام معاملات کو ڈھانپنے والی اور ہمہ گیر رحمت کی وسعت کا اندازہ کیسے کر سکے۔

ہمیں بظاہر نظر آنے والے ایک سے ستارے جو ہیں یہ بھی نہ ایک سے ہیں نہ ان کی ایک تعداد ہے دو سال پہلے کا ایک بہت بڑی جو خلائی دوربین بنائی گئی اس کے سائنس دانوں کا مشاہدہ یہ تھا کہ جسے ہم کہکشاں سمجھتے ہیں اس دوربین سے غالباً" مجھے صحیح یاد نہیں سو یا ایک سو دس میٹر نصف قطر کی وہ بنائی گئی تھی دوربین تو اس اتنے بڑے آلے سے جب اس پہ نگاہ کی گئی تو وہ کہنے لگے یہ تو ہمیں بظاہر ایک کہکشاں نظر آتی ہے لیکن یہ یکے بعد دیگرے اربوں کھربوں سیارے سامنے آتے ہیں اور وہ روپوش ہو جاتے ہیں پیچھے سے اور آ جاتے ہیں نہیں سمجھ آ رہی آنے والے کہاں سے آ رہے ہیں نہ یہ پتہ چل رہا ہے جانے والے کہاں جا رہے ہیں لیکن اس کی کوئی اتنی وسعتیں ہیں اور اتنی تہیں ہیں جنہیں بنانے اور چلانے والا وہی پروردگار ہے جس کا تعارف اسلام نے کرایا ہے اور کہیں کسی مذہب کے پاس اتنی بڑی ہستی کا صحیح تعارف بھی نہیں اور کئی سائنس دان صرف اس مشاہدے سے مسلمان ہوئے اب یہ ستاروں کے جہان کا ایک حصہ ہے کہکشاں۔ ایسے کتنے عالم ہیں ایسے کتنے جہاں ہیں۔

علمائے تفسیر نے بعض اوقات یہ لکھا ہے کہ جو ذوالارواح مخلوق زمین پہ بستی ہے اس کے اٹھارہ ہزار جہان ہیں اٹھارہ ہزار عالم ہیں اٹھارہ ہزار مختلف زندگی کے اور اس کے طریقے ہیں لیکن یہ بھی ان کا ایک اندازہ ہے حتمی نہیں

پھر پانی میں فضا میں پھر اور سیاروں پر ستاروں پر پھر اس پہ منحصر نہیں عالمین کا لفظ جب آتا ہے تو وہ دنیا و آخرت سارے جہانوں کو محیط ہوتا ہے یعنی صرف یہ عالم یہ جہان نہیں جو یہاں ہے بلکہ وہ تو اللہ کی ساری کائنات کو اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے اس سارے کو وہ عالمین کا لفظ محیط ہوتا ہے جیسے اللہ رب العالمین ہے تو اکیلا پروردگار عالم اکیلا رب رہ جاتا ہے اللہ کے سوا جتنی مخلوق ہے وہ اس عالمین میں آکر مربوب کے زمرے میں آجاتی ہے اسی طرح یہاں فرمایا۔

وما ارسلنک اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم نے سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اتنی وسعت اتنا بڑا ایک بحر بے کراں جس سے سمجھنا تو بہت بڑی بات ہے۔ سوچا نہیں جا سکتا کہ کتنی وسعت ہے اس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت میں۔ اب بجا طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر نام لیوا یہ بھروسہ رکھتا ہے کہ میں اتنے بڑے بحر بے کراں اور اتنے بڑے خزانے اور اتنی بڑی طاقت سے وابستہ ہوں میری محرومی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ ہم اس ایہ کریمہ کو پڑھ کر یہیں رک جاتے ہیں اس ایہ کریمہ کے دو رخ ہیں جہاں تک اس کا پہلا رخ ہے۔ **وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین۔** تو اس کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعارف سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسی ہستی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے مقرب ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے کیسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عطا کے لئے تقسیم کے لئے اللہ کے کتنے بڑے خزانے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات سے کتنی بے شمار و بے پناہ مخلوق سیراب ہو سکتی ہے یہ اس کا ایک پہلو ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود جیسے پروردگار عالم موجود ہے اور اس کی مخلوق اس کے دروازے پر پل بھی رہی ہے لیکن اس کے ساتھ تعلق سے کتنی مخلوق محروم ہے اللہ کی عظمت میں تو کوئی شک نہیں اس کی ربوبیت میں تو کوئی شک نہیں اس کے رحمان ہونے اور رحیم ہونے میں تو کوئی شک نہیں لیکن کتنی مخلوق جس کا خالق بھی وہ اکیلا ہے اور اسے پال بھی وہ اکیلا رہا ہے اتنے قریبی تعلق کے باوجود اس کے ساتھ آشنائی سے اور اس کی اطاعت سے کتنی مخلوق محروم ہے تو گویا ایک چیز کا ہونا الگ بات ہے اور اس سے کسی دوسرے کا مستفیض ہونا یہ الگ بات ہے سورج طلوع ہوتا ہے تو جہاں تک اس کی روشنی پہنچتی ہے وہاں تک کسی دوسری روشنی کی احتیاج باقی نہیں رہتی نہ بجلی جلانے کی نہ گیس جلانے کی نہ دیا جلانے کی لیکن کیا سارے لوگوں کو نظر آنے لگ جاتا ہے نہیں جن کی آنکھیں ہوتی ہیں دیکھتے وہی ہیں سورج کی روشنی میں کوئی کمی نہیں لیکن اس سے مستفید ہونے کے لئے دوسری طرف آنکھ کی بھی ضرورت ہوتی ہے ایک آنکھ ایک پتے کو دیکھ کر اس کے اندر ہونے والی تبدیلیوں تک کو سمجھتی ہے دوسری آنکھ اس پتے کا رنگ ہی دیکھتی ہے تیسری آنکھ اسے محض ایک پتہ اس کے رنگ سے بھی شناسا نہیں ہوتی پھر آنکھ آنکھ میں بھی فرق ہوتا ہے انسانی شعور اور انسانی فکر کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمت عالم اور اللہ کے بعد رحمت کا وسیع تر خزانہ ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں اب اس کا اگلا حصہ یہ ہے کہ اتنی وسیع رحمت اتنے بحر ذخار اور اتنے ناپید کنار سمندر سے سیراب کون ہو گا وہ بات اگلی ایت سے شروع ہوتی ہے فرمایا۔

قل۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر لگی لپٹی رکھے ہوئے واضح واضح اعلان کر دیجئے سب کو بتا دیجائے۔

انما یوحی الی انما الھکم الہ واحد۔

میرے ساتھ میرے پروردگار نے یہ بات کی ہے کہ وہ بالکل اکیلا ہے اپنے معبود ہونے میں جو تذلل جو عجز و نیاز جو امیدوں کا وابستہ کرنا اس کی ذات کے ساتھ ہے اس میں وہ اکیلا ہے کسی کی شراکت برداشت نہیں کرے گا جس نے مجھے عالمین کے لئے رحمت بنایا ہے اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں سب لوگوں کو بتا دوں کہ جہاں تک تعلق ہے معبود ہونے کا جہاں تک تعلق ہے عبادت کرنے کا۔

عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ نفع کی امید پر یا نقصان سے بچنے کے لئے کسی کے آگے اپنا عجز و نیاز پیش کیا جائے اسے عبادت کہتے ہیں۔ معاملات کرنا کسی کا احترام کرنا کسی کا لحاظ کرنا قاعدے کے مطابق کسی کی عزت کرنا یہ الگ بات ہے لیکن کسی کے سامنے خود کو اتنا بے بس پانا کہ جو یہ کہتا ہے وہی میں کروں گا نہیں تو میرا نقصان ہو گا جو یہ کہتا ہے میں وہی کروں گا نہیں تو میرا نفع نہیں ہو گا یا یہ کروں گا تو مجھے نفع ملے گا یہ مقام صرف اللہ کا ہے باقی جو کوئی بھی کہتا ہے اگر وہ اللہ کے کہنے کے مطابق کہتا ہے تو مانا جائے گا اگر اس کی بات اللہ کی بات سے ٹکراتی ہے تو اس کی بات چھوڑی جائے گی اللہ کی نہیں اور اگر کسی نے اللہ کی بات چھوڑ دی اور اس کی بات مان لی تو اس نے اپنا معبود اس کو بنا لیا۔

اس لئے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے تو ہیں میرا معبود رب ہے اللہ ہے لیکن کسی کا معبود اس کی دکان ہے کسی کا معبود اس کی ملازمت ہے کسی کا معبود حکومت ہے اور کسی کا معبود اقتدار اور پھر اقتدار کا لالچ ہے کہ اس کے حصول کے لئے ساری کوششیں صرف کر دیتے ہیں اللہ کے حکم کو چھوڑ کر اللہ کے حکم کے خلاف جا کر اطاعت الٰہی کے اندر رہتے ہوئے کسب معاش کرنا عبادت ہے۔ اطاعت الٰہی کے اندر رہتے ہوئے سیاست کرنا عبادت ہے اطاعت الٰہی کے اندر رہتے ہوئے تجارت کرنا عبادت ہے اطاعت الٰہی کے اندر رہتے ہوئے دنیا کے سارے کام دین بن جاتے ہیں لیکن دنیا کے کسی کام کی تکمیل کے لئے اللہ کی اطاعت کو چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا معبود اللہ نہیں وہ کام ہے۔

تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی کا پہلا دروازہ پہلا زینہ یہ ہے کہ پہلے اللہ کو واحدہ لاشریک معبود مانا جائے۔ یعنی اپنی ساری امیدیں ایک ذات سے وابستہ کر دی جائیں صحت دے گا مال دے گا دولت دے گا نفع دے گا یا نقصان دے گا یا زندہ رکھے گا سارے کا سارے معاملہ ایک ہستی کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور بڑے پیارے انداز میں اللہ نے فرمایا فرمایا یہ بات ذرہ اوکھی (مشکل) ہے۔

فھل انتم مسلمون۔ کیا تم یہ بات ماننے کو تیار ہو یہاں قرآن کا انداز دیکھیں نا۔ لٹھ سے منوایا نہیں کہ مانو ورنہ نہیں چھوڑوں گا فرمایا بات ذرہ کڑوی ہے آدمی کمزور مزاج ہوتا ہے آدمی چھوٹے چھوٹے آسروں کی طرف لپکتا ہے چھوٹے چھوٹے سہاروں پر جیتا ہے اور جھوٹی امیدوں پہ وقت گزارنا پسند کرتا ہے انسانی مزاج ہے تو کیا تم اس سب آسودگی سے بالاتر ہو کر میری اس بات کو ماننے پر تیار ہو **فھل انتم مسلمون**۔ یہ بات مانتے ہو۔ مانو گے یہ بات کہ ساری امیدیں ایک واحدہ لاشریک سے وابستہ کی جائیں پھر کچھ لوگوں کو یہ بات پسند نہیں آئے گی کہ کوئی ان دیکھے خدا پر کیسے اعتماد کر کے بیٹھ جائے دیکھیں مجبوری ہے کمزور ہیں یہ ہے وہ ہے تو فرمایا پھر دوسرا راستہ یہ ہے۔

فان تولوا۔ اگر تمہارے ماننے کو جی نہیں چاہتا **فقل اذنتکم علی سواء**۔ تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کہہ دیجئے میں نے تمہیں کھری کھری بات بتا دی کسی چیز کی کمی نہیں ہے ساری کائنات کی ساری ضرورتیں بیک وقت سیراب کرنے کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود۔ اللہ نے اپنی رحمت کو مجسم بنا کر بھیج دیا لیکن اگر کسی کو اعتماد نہیں آتا تو دوسرا راستہ یہ ہے کہ بات اسے کھری بتا دی اب یہ بتانا میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری نہیں ہے کہ قیامت آ جائے گی یا پرسوں آئے گی اب یہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے

درمیان بات ہے ایک وقت آ جائے گا جس کا محاسبہ ہو گا۔ جب جمع تفریق ہو گی للذا اگر تم کوئی دوسرا راستہ پسند کرنا چاہتے ہو تو یہ یاد رکھو تمہیں قیامت کو فیس کرنا ہو گی میدان حشر میں جمع ہونا ہو گا اب یہ اپنی ذمہ داری ہے کہ تم کس طرف جاتے ہو۔ اور فرمایا نہیں یہ بھی بتا دو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اللہ جانتا ہے وہ بات جو تم زبان سے کہتے ہو اور اللہ وہ بھی جانتا ہے جو تمہارے اندر پوشیدہ ہوتی ہے یہ نہ سمجھو کہ محاسبہ کیا ہو گا ظاہر کچھ کرتے ہیں اور اندر کچھ ہوتا ہے فرمایا نہیں اندر باہر ظاہر باطن پوشیدہ اور ظاہر ہر بات کو وہ جانتا بھی ہے اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرآن نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول نقل کیا اللہ کے حکم سے فرمایا' فرمایا

ان سے کہہ دو یہ بھی میرا مسئلہ نہیں ہے کہ دولت اور اقتدار دے کر تمہیں کسی مصیبت میں ڈال رہا ہے یا تمہیں آسانیاں دے کر موقع فراہم کر رہا ہے کہ کبھی تو اس کی اطاعت کر لو۔

وان ادری لعله فتنة لکم۔ میرا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ میں یہ جانتا پھروں کہ تم تمہارے لئے یہ آزمائش بن گئی کہ تمہیں فرصت مل گئی ہے مہلت مل گئی اقتدار مل گیا حکومت مل گئی۔ **ومتاع الی حین۔** اور ایک خاص وقت تک کے لئے تم دنیا کی ہر نعمت پہ عیش و عشرت کر رہے ہو استفادہ کر رہے ہو ایک آکسیجن کا ہی اگر اندازہ کیا جائے تو آدمی زندگی بھر میں جتنی استعمال کر لیتا ہے اتنی شمار نہیں کر سکتا جتنی چیزیں دیکھ لیتا ہے نگاہ کو جتنا استعمال کر لیتا ہے جتنی باقی اللہ کی دی ہوئی نعمتیں استعمال کر لیتا ہے۔ تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی و امی فرماتے ہیں میرا یہ مسئلہ نہیں ہے کہ میں اس میں الجھتا پھروں کہ یہ تمہارے لئے اچھا ہے یا برا ہے یہ تم جانو تمہارا پروردگار جانے یہ میرا مسئلہ بھی نہیں ہے کہ میں تمہیں قیامت کی تاریخ اور وقت بتاؤں کہ فلاں وقت سے پہلے پہلے توبہ کر لو یہ معاملہ بھی تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں تمہیں اللہ کی رحمت کے وسیع خزانے کی خبر دوں اور اس خزانے سے سیراب ہونے کا طریقہ بتا دوں خزانہ میری ذات میں ہے سیراب ہونے کے لئے اللہ کو واحدہ لاشریک دل کی گہرائی سے مان کر میرا اتباع کرنا ہو گا۔ اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔

قل رب احکم بالحق۔ اے میرے پروردگار انصاف سے فیصلہ کرنا کوئی غریب ہو کوئی بے کس ہو کوئی دور ہو کوئی صحرا میں ہو جنگل میں ہو اگر اس کے دل میں یہ درد موجود ہے تو اسے محروم نہ رکھ۔ کوئی بادشاہ ہو یا سلطان ہو کوئی ظاہر داری رکھتا ہو اور اس کے دل میں یہ بات نہ ہو تو اسے اس دولت سے مستفید نہ کرنا۔ **رب احکم بالحق۔** اے میرے پروردگار کھرا کھرا فیصلہ کر دینا اور پھر فرمایا۔

ربنا الرحمن۔ ہمارا پروردگار بہت بڑا رحم کرنے والا ہے۔

المستعان علی ما تصفون۔ جو بھی تم مانگتے ہو اس میں دینا مدد کرنا اس کو سزاوار ہے کچھ بھی چاہو کچھ بھی مانگو وہ بات چھوٹے سے چھوٹی ہے یا وہ بات بڑے سے بڑی سب کچھ دینا یہ اسی ایک کا کام ہے اب آیئے ان آیات مبارکہ پر ہم ایک اجمالی سی نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ہماری عملی زندگی میں وہ ہمارے جو دعوے ہیں اور ہم جو اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بحیثیت رحمتہ اللعالمین منسوب رکھتے ہیں اس کا ہمیں کیا حاصل مل رہا ہے کیا ملنا چاہئے اس لئے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول ہے کہ اس وقت سے پہلے حساب کیا کرو جب تم سے حساب لیا جائے گا۔ زندگی میں آدمی اپنا محاسبہ کرے تو اس کے پاس گنجائش ہوتی ہے تبدیلی کرنے کی کردار کو بدلنے کی افکار کو بدلنے کی موت یہ ساری نعمتیں چھین لیتی ہے اور اس کے بعد بندہ نہ اپنے افکار بدل سکتا

ہے نہ وہ اپنا کردار۔ تو جہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمت عالم اور رحمت کا ایک لامحدود اور بے پناہ خزانہ ہونے کا تعلق ہے کم از کم اس کی حدود ہمارے علم سے بالاتر ہیں اللہ کے علم میں ہیں ہمارے علم ہمارے علم کے مقابلہ میں وسیع تر ہیں اس میں تو کوئی شک و شبہ نہ رہا اب ہاں رہا ہمارا دعوی کہ ہم اس رحمت سے متعلق ہیں اس رحمت کے ساتھ ہمارا رشتہ ہے ہم اس رحمت کے مستحق ہیں وہی رحمت دنیا و آخرت میں ہمارا سہارا ہے تو اس کے لئے ہمیں اپنے اندر تلاش کرنا پڑے گا کہ کیا ہمارا معبود وہی وحدہ لاشریک ہے جس کی خبر رحمت کے ساتھ رشتہ جوڑنے کی دی گئی ہے کیا ہم مفادات کی عبادت کرتے ہیں یا رب العالمین کی کیا ہم اللہ کی اطاعت کرتے ہیں یا اس کے مقابلے میں معاشرے کی یا کسی صاحب ثروت کی یا اپنے خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں یہ محاسبہ کر کے ہمیں دیکھنا ہو گا کہ اگر ہم اللہ کی اطاعت چھوڑ کر اپنے نفس کی پیروی کر رہے ہیں تو آج موقعہ ہے کہ ہم اپنی گاڑی کا کانٹا بدلیں نفس کی غلامی کی بجائے اللہ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں تب رشتہ استوار ہو گا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ۔

ہمیں یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ یہ جو ارشاد فرمایا بڑے پیار سے **ھل انتم مسلمون**۔ کیا تم مان کر بھی دو گے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم اپنا سر تسلیم کے انداز میں ایسے خم کریں کہ ہمارے کام ہمارے نہ رہیں ہمارے کام اللہ اور اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام بن جائیں اگر تو ہم نے زندگی میں اگر تو ہم نے اپنے ٹائم ٹیبل پر دن بھر اور رات بھر کی مصروفیات پر اور چوبیس گھنٹوں کے اوقات کار پر ہم یہ دیکھیں کہ ہم جو کر رہے ہیں اس میں اطاعت الہی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلو غالب ہے پھر تو ہم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہیں چونکہ رحمت کا یہ خاصہ ہے ایک آدمی کہتا ہے میں بارش میں کھڑا ہوں تو بارش میں کھڑے ہوں گے تو کپڑے بھیگیں گے اگر وہ کہتا ہے میں بارش میں بھی کھڑا ہوں اور بھیگتا بھی نہیں اس کا مطلب ہے وہ بارش میں نہیں کھڑا اگر بارش ہو بھی رہی ہے تو اس کے سر پر کوئی چھتری کوئی کور کوئی سایہ کوئی چھت اس کے سر پر کوئی چیز ہے اس کا بارش سے کوئی تعلق نہیں سارا عالم سیراب ہوتا رہے وہ تو نہیں ہو رہا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیراب ہونے والے قلوب بھی اسی طرح اللہ کی اطاعت میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں جس طرح کوئی سمندر میں چھلانگ لگانے والا پانی میں ڈوبتا چلا جاتا ہے حتی کہ ان کے وجود اپنے وجود نہیں رہتے ان کی سوچ اور اپنی سوچ نہیں رہتی ان کی نگاہ اپنی نگاہ نہیں رہتی اور اسی عالم میں رہتے بستے ہوئے ان کا سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا **ان صلوتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ**۔ سارا اوڑھنا بچھونا ساری محنت و مجاہدہ اگر وہ حکومت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس لئے کہ اللہ کے احکام کا اجراء کر سکیں اگر وہ ملازمت کی کوشش کرتے ہیں تو اس لئے کہ رزق حلال حاصل کر سکیں اگر کاروبار کرتے ہیں تو اس لئے کہ جائز ذریعہ رزق ہو اور اللہ کی اطاعت کر سکیں اگر وہ مزدوری کرتے ہیں تو اس لئے کہ اللہ کی کائنات میں اللہ کے بنائے ہوئے قاعدے کے مطابق زندگی بسر کر سکیں کسی سے دوستی کرتے ہیں وہ اس لئے کہ اسے اس دوستی کے طفیل اطاعت الہی نصیب ہو کسی سے دشمنی کرتے ہیں تو اس لئے کہ اس کے ساتھ مل کر رہنے سے دین کے نقصان ہونے کا خطرہ ہے یعنی اس دنیا میں وہ اپنا اختیار چھوڑ دیتے ہیں اور جب اللہ کے پاس جاتے ہیں تو اللہ فرماتا ہے یہاں ان کی مرضی چلے گی۔

ولھم فیہ ما تشاھون۔ اس عالم میں اب وہ ہو گا جو یہ چاہیں گے یعنی ایک محدود عرصے کے لئے ایک تھوڑے عرصے کے لئے۔ اب ہماری توقعات یہ ہوتی ہیں کہ گناہ کے مواقع اور موانع اٹھ جائیں تو ہم اطاعت کریں کہا یہ جاتا ہے کہ کوئی تعویز دے دیں فجر کی نماز کے لئے اٹھنے

کی عادت ہو جائے کہا یہ جاتا ہے کہ کوئی تعویز دے دیں نیکی کی عادت ہو جائے نیکی تعویزوں سے اور عبادت تعویزوں سے نہیں کرنی یہ ایک سودا ہے سیدھا سیدھا جو سوچ سمجھ کر کرنا ہے اگر تعویزوں سے اور دوسرے اس کے کہنے سے اللہ نے عبادت کرانا ہوتی تو از خود ہی جس کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں اس کے حکم سے عبادت بھی کرتے جس کے حکم پہ لوگ مر جاتے ہیں اس کے حکم پہ عبادت بھی کرتے جس کے حکم پہ بیمار اور معذور ہو جاتے ہیں اس کے حکم پہ سجدے بھی دیتے اس نے عبادت کو چھوڑ دیا ہے بندے کی پسند پر بندے کے گرد اس نے بے شمار خوبصورت جہان پھیلایا ہے۔ بے وقوف ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں دنیا خوبصورت نہیں ہے۔ دنیا خوبصورت نہیں ہے کہ اس کے حسن نے اللہ کے بندوں کو اللہ سے چھین لیا اپنے آپ میں رجھا دیا اگر خوبصورت نہ ہوتی تو اتنی مخلوق اس پر فریفتہ ہو جاتی اور اللہ جیسے خالق اور کریم اور پروردگار کو اور انبیاء کرام علیہم السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ہستی کو چھوڑ کر لوگ اس کی طرف لپکتے اس میں بے پناہ حسن ہے اس میں بے پناہ شیرینی ہے اس میں بے پناہ لطف اور لذتیں ہیں اور اللہ ایسا کریم ہے نہ اس نے دنیا کے حسن سے روکا نہ اس نے دنیا کی لذتوں سے روکا نہ اس نے دنیا کو استعمال کرنے سے روکا اس نے فرمایا میرا شان یہ ہے کہ تم ساری دنیا کی نعمتیں جو ہیں اس سے لطف اندوز ہو لیکن میرے بندے بن کر اور میرے بتائے ہوئے قاعدے کے مطابق۔ اب اگر جو بندہ اتنا بھی نہ کرے اس کے پاس کوئی جائے پناہ ہے اللہ نے یہ بندوں پہ چھوڑ دیا کہ خود اپنا محاسبہ کرو یہاں ہی نہیں میدان حشر میں بھی کہہ دے گا۔ اعمال نامے پکڑا کر کہہ دے گا۔

اقراء کتابک۔ اپنا اعمال نامہ پڑھو **کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا**۔ آج میں تمہیں ہی تمہارا جج مقرر کرتا ہوں تم اپنی Justification دیکھتے رہو ساری زندگی تم جج تھے تم فیصلہ لکھتے رہے ایک طرف سے میرا حکم آیا دوسری طرف سے نفس کی خواہش آئی فیصلہ تم نے کیا کہ کس کو مانیں کس کو چھوڑ دیں ایک طرف سے میرا حکم آیا دوسری طرف سے لالچ آیا یا کسی کی صاحب اقتدار کی بات آئی یا کسی اور دنیوی فرودات کی بات آئی تو تم قاضی تھے تم مفتی تھے تم جج تھے تم نے فیصلہ کیا کہ تمہیں کس پر عمل کرنا ہے اپنے وہ فیصلے آج اس میں سے اکٹھے کر لو اور جس کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں اس طرف چلے جاؤ تو یہ جو ہمارا ایک ایک لمحہ ہے ہم اپنی آخرت کے فیصلے لکھ رہے ہیں یہ جو آدمی کہتا ہے نماز کے لئے آنکھ نہیں کھلتی اس نے گویا یہ فیصلہ لکھ دیا کہ اللہ تو کہتا ہے سونے سے نماز بہتر ہے لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ میرے لئے نیند بہتر ہے اب اس میں میرا تعویز کیا کرے گا اور آپ کا تعویز اس میں کیا کرے گا فیصلہ تو اس کا ہے نا جب تک وہ شخص خود اپنا فیصلہ نہیں بدلے گا اور یہ طے نہیں کر لے گا کہ نیند آئے یا ساری رات جاگنا پڑے میں نماز کو نہیں چھوڑوں گا تب تک اسے توفیق نماز ارزاں نہیں ہو گی جب تک اس کا دل فیصلہ نہیں کرے گا تب تک اللہ اسے توفیق ارزاں نہیں کرے گا اس کے سر کے ساتھ ایک تعویز نہیں سارا قران مجید باندھ دیں اس لئے کہ اللہ نے حکماً" کسی کو اٹھانے کا فیصلہ نہیں فرمایا ہاں جو فیصلہ کر لیتا ہے وہ کمزور ہو اسے طاقت دے دیتا ہے فرماتا ہے تم میری طرف ایک قدم بڑھاؤ میں تمہاری طرف قدم بڑھاؤں گا تم چل کر آنا چاہو میں دوڑ کر تمہارا ہاتھ تھاموں گا لیکن آنے کا فیصلہ تمہارا ہونا چاہئے یہ فیصلہ تم کرو گے کہ تمہیں کس سمت جانا ہے۔

اب تو پھر اگر بات اتنی ہے تو یہ پیر اور شیخ اور استاد اور یہ پیر خانے .....

جو پیر کہتا ہے میں لوگوں کو رزق دیتا ہوں میں نے اکثر دیکھے ہیں کہ وہ روپیہ روپیہ لوگوں سے مانگ کر خود عمر گزارتے ہیں یہ ساری جہالتیں ہیں جو کہتا ہے میں لوگوں کو صحت دیتا ہوں اس کا میڈیکل اگزامن کرائیں وہ خود بیمار ہو گا یہ سارے فراڈ ہیں۔ پیر سلسلہ تصوف شیخ استاد کیا دے

سکتا صرف یہ کہ آپ اپنا دل اس کے پاس لے جائیں اور وہ ایک خاکروب کی طرح اس میں جھاڑو دے وہ ایک دھوبی کی طرح اسے دھوئے وہ ایک مزدور کی طرح اس کے ساتھ محنت کرے تاکہ وہ دل اس قابل ہو سکے کہ وہ فیصلہ کر سکے کہ مجھے اللہ کی اطاعت کرنا ہے وہ بھی پیر یا شیخ تب کر سکے گا جب آپ اپنا دل خلوص کے ساتھ اس کے سپرد کریں گے آپ نے کبھی کوئی کپڑا دھوبی سے دھلایا ہے جو آپ رکھتے ہوں اور اسے کہیں کہ کپڑا دھو کر دے دینا وہ دھو سکتا ہے بالکل یہی حال شیخ سے مستفید ہونے کا بھی ہے اس کے لئے آپ کو دیکھنا یہ ہو گا کہ یہ دھوبی ہے یا چور ہے جو کپڑے دیتا ہے اس کے واپس بھی کرتا ہے یا بیچ کر کھا جاتا ہے جنہوں نے پہلے کپڑے دیئے ہیں ان کا پہلے کوئی کپڑا لوٹایا ہے اگر تو وہ کیا صاف بھی ہوا ہے یا نہیں شیخ کی اور پیر کی پہچان بھی یہ ہو گی کہ کسی نے اپنا دل چیر کے اس کے آگے رکھا اور اگر رکھا تو اس میں کیا تبدیلی آئی اگر تو ایک دو دس دل اس نے مرمت کر دیئے تو کاری گر ہے اور اگر پہلے والے جو ہیں پہلے حال سے بھی بگڑ گئے تو پھر جو ٹوٹا پھوٹا ہے اسے ایسے رہزنوں سے بچا کر رکھنا بہتر ہے مولانا روی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مکن با صوفیان خام یاری
کہ باخاماں نباشی خام کاری

یہ بہت اچھی بات ہے کہ کوئی شیخ ہو کوئی سلسلہ کوئی پیر ہو لیکن کچے صوفیوں سے دوستی ہرگز نہ کرنا اس لئے کہ جو لوگ خود نہیں جانتے جو نااہل ہوتے ہیں وہ دوسرے کی اہلیت بھی برباد کر دیتے ہیں۔

جن پھلوں کو پکنے سے پہلے ڈالی سے توڑ لیا جائے انہیں قیامت تک پکنا نصیب نہیں ہوتا کسی نااہل اور جاہل اور دنیا دار کے ساتھ نہ پھنس جانا کہ دل بہت بڑی دولت ہے یہ اللہ نے دی ہے اور جس میں اہلیت نہ ہو گی اگر آپ نے اس کے حوالے کر دیا تو شاید وہ ایسا بگاڑ دے کہ پھر وہ دنیا میں زندگی بھر اس کی اصلاح کی کوئی صورت ہی نہ رہے اور آپ نے دیکھا کتنی کروڑہا مخلوق پھنسی ہوئی ہے غریبوں کو عقیدے کی خبر نہیں غریبوں کو دین کا علم نہیں غریبوں کو عمل کی توفیق نہیں اور جو کماتے ہیں وہ بھی پیر کھا جاتے ہیں دین بھی گیا دنیا بھی پیروں کے حوالے ہو گئیں اور آسرا انہیں یہی دیا جاتا ہے تم شیرینیاں چڑھاتے رہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت تمہارے لئے کافی ہے تو بھائی میاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے لئے کافی ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں لیکن کیا اپنا دامن بھی سلامت ہے جس میں رحمت مانگ سکیں یعنی دیکھنا اس طرف تو کوئی اعتراض کی بات نہیں اعتراض تو اس طرف ہے کہ جو دامن تم پھیلانا چاہتے ہو کیا تمہاری قمیض کے سامنے دامن ہے بھی سلامت ہے بھی کہ پھٹ چکا ہے اگر ہے تو اس میں کوئی چیز رکتی ہے اس میں کوئی جگہ ہے کسی چیز کو سنبھالنے کی یا چھلنی ہو چکا ہے بے شمار جھوٹے معبودوں کے ساتھ اپنی امیدیں وابستہ کر کے اس میں اتنے سوراخ کر لئے ہیں کہ وہ کسی کام کا نہیں رہا۔

تو لوگو بڑی سیدھی بڑی کھری بڑی صاف بات کی ہے اللہ نے بھی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی افسوس ہمیں اپنے حال پہ آتا ہے کہ ہم یہ تو ساری زندگی پڑھتے رہتے ہیں لکھ کر بورڈ لگائے رہتے ہیں ہر کمرے میں ہر دیوار پہ ہر مسجد میں۔ **وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین۔** میں نہیں سمجھتا کہ ہم نے کبھی یہ شرائط بھی دیکھی ہوں کہ اس رحمتہ اللعالمین کو پانے کے لئے اس سے سیراب ہونے کے لئے اس سے مستفیض ہونے کا کیا طریقہ ہے کیا اہلیت و استعداد شرط ہے کیا کردار چاہیئے کیا خیال چاہیئے اور کیا عقیدہ چاہیئے تو میرے بھائی ہر وہ محنت مبارک ہے جو ہمارے دلوں میں عظمت الٰہی کو پیوست کر دے اور ہر وہ کام رکاوٹ ہے جس سے اللہ کی عظمت دل میں جانشین نہ ہو بڑی سادہ سی بات ہے اللہ ہمیں اس کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اگر ہم جھوٹ جھوٹ بھی اللہ اللہ کر رہے ہیں تو

اے نگاہِ یار تیرا شکریہ

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

اکتوبر ۹۵ء کے میثاق میں جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بالقابہ کی تنقید تنظیم الاخوان پر نظر سے گزری جسے فنی اعتبار سے تنقید لکھنا ممکن نہیں۔ اس کا انداز حاکمانہ بلکہ آمرانہ ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ڈاکٹر صاحب جج کی کرسی پر بیٹھے ہیں اور الاخوان کو ملزم کے کٹہرے میں کھڑا کر رکھا ہے اور فرد جرم لگا کر فیصلہ سنا رہے ہیں مگر فیصلہ بھی عدالتی انداز کا نہیں لگتا کیونکہ جج خواہ کوئی جیالا ہی ہو جھوٹی سچی شہادتوں پر فیصلہ کی بنیاد رکھتا ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے یہ تکلف ہرگز نہیں فرمایا۔

(۱) فرد جرم یہ ہے کہ ان کے ہاں خوابوں کا تذکرہ اتنا غیر متناسب ہے کہ یہ مجھے حضورؐ، صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین میں نظر نہیں آتا۔

تنظیم کے امیر مولانا محمد اکرام اعوان کی کوئی ۲۲ تصانیف اب تک طبع ہو کر مارکیٹ میں آ چکی ہیں۔ غیر متناسب تذکرہ کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی سب کتابوں میں یا اکثر کتابوں میں خوابوں کا تذکرہ اس کثرت سے ہو کہ طبیعت پر بار گزرے۔ ڈاکٹر صاحب سے گزارش ہے ذرا خوابوں کا وہ تذکرہ مولانا کی کتابوں سے کتاب کے حوالہ کے ساتھ بیان تو فرمائیں۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو اس ارشاد کو الزام تراشی لکھیں یا اتہام لکھیں یہ فیصلہ بھی ڈاکٹر صاحب ارشاد فرما دیں۔

دوسری فرد جرم اسی کے ساتھ یہ لگائی کہ روحانیات کا تذکرہ اس کے متعلق بھی پہلی گزارش تو یہ ہے کہ اس غیر متناسب تذکرہ کے شواہد مولانا کی کتابوں میں سے نشاندھی فرمائیں۔

دوسری گزارش ہے کہ کہیں انسان سے مراد صرف جسم ہوتا ہے یا روح بھی اس کے ساتھ شامل ہے۔ اگر صرف جسم ہی انسان ہے تو واقعی روح کا ذکر کرنا حماقت ہے اور روح بھی شامل ہے تو میرے خیال میں اس کا ذکر نہ کرنا اس سے بھی بڑی حماقت ہے۔ ہماری تاریخ میں یہ ہستیاں مثلاً "جنید بغدادی، داؤد طائی مولانا روم" عبیداللہ احرار، شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، وغیرہ روحانیات کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھ گئے ڈاکٹر صاحب ہر فیصلے کے مطابق سوختنی اور گردن زدنی تھے۔

تیسری فرد جرم یہ ہے کہ "ان کا دعویٰ ہے کہ ہمارے پاس آجاؤ تو ہم براہ راست حضور اکرمؐ کے دست مبارک پر بیعت کرا دیں گے۔ آگے فرماتے ہیں میرا علم محدود ہے۔ لیکن اس کا کوئی تذکرہ مجھے نہ دور رسالت میں ملتا ہے نہ دور صحابہ میں نہ تابعین میں نہ تبع تابعین میں۔

اس فیصلہ میں ڈاکٹر صاحب کی ایک تعلی بھی جھلکتی ہے وہ یہ کہ گویا ڈاکٹر صاحب نے جن چار ادوار کا ذکر فرمایا ہے ان کے متعلق جتنا کچھ لکھا جا چکا ہے ڈاکٹر صاحب کے

مطالعہ سے سب گزر چکا ہے۔ مگر اس کی حقیقت یوں نظر آتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے جس فن کے مطالعہ میں عمر عزیز کا ایک معتدبہ حصہ گزارا ہے اس میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں مگر یہ ممکن کیسے ہو کہ میڈیکل سائنس کی کتابوں میں اس کا ذکر ہویا میٹریا میڈیکا میں یہ باتیں لکھی ہوں۔ ہاں جس فن کی بات ہے اس میں تو یہ باتیں ملتی ہیں مثلاً"

(۱) علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ **وقال تاج ابن عطاء الله عن شیخه العارف الکامل ابی لعباس المرسی صافحت رسول الله صلی الله علیه وسلم بکفی هذه۔** (**فتاوی الحدیثیه** 2 : 256)

(۲) **وقال علی الوفاء فرایت النبی صلی الله علیه وسلم مقابلته وجهی فعانقنی فقال و امابنعمته ربک فحدث۔** (ایضا")

(۳) از شیخ ابوالسعود آوردہ کہ مصافح می کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رابعد ہر نماز (اشعۃ اللمعات ۳ : ۶۴۰)

(۴) امام الہند شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"چوں ایں معرفت جلیلہ بخاطرم جاگرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبسم کناں سراز جیب مراقبہ بدوں آوردند وہر دودست خویش برداشتند و اشارت فرمودند بہ بیعت و مصافحہ ایں فقیر برخاست وذانو بزانو متصل ساختہ و دو دست خود درمیان دودست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنادہ بیعت کرد وبعداز فراغ از بیعت چشم فروبستند۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ : ۷)

روحانی بیعت کے چند نمونے پیش کر دیئے ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب فرمائیں گے کہ میں نہیں کہتا کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ مگر ان چیزوں سے مناسبت نہیں۔ یہ ہے ٹیپ کا شعر یعنی حق وہ ہے جس سے ڈاکٹر صاحب کی مناسبت ہو تو وہ ابن حجر اور شاہ ولی اللہ کو سچا کیسے سمجھ لیں۔ ڈاکٹر صاحب ماٹو تو معلوم ہوتا ہے۔

مستند ہے میرا فرمایا ہوا۔

(۴) چوتھا جرم یہ بیان فرمایا کہ "ان کا دعویٰ ہے کہ ہمارے پاس آ جاؤ ہم کشف قبور سکھا دیں گے کہ قبر پر کھڑے ہو کر بتا دو کہ یہاں پر کسی کو عذاب ہو رہا ہے یا ثواب مل رہا ہے"

ڈاکٹر صاحب سے پھر وہی گزارش ہے کہ مولانا کی کسی کتاب میں یہ دعویٰ دکھا دیجئے۔ حضرت مولانا احمد علی نے یہ ذکر فرمایا تھا کہ کامل کی تربیت سے یہ ہو جاتا ہے دیکھئے (مجلس ذکر حصہ دہم صفحہ ۹۰۔ ۹۱) مگر نفسیاتی دہشت گردی سے کام لیتے ہوئے اس کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں اور جو اسلوب بیان اختیار کیا ہے اس کا ثبوت تو وہاں بھی نہیں ملتا۔

معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ ساری گولہ باری اس وجہ سے ہے کہ ان کے فیصلے افواہوں پر ہوتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب قرآن کریم کا مطالعہ اس نیت سے نہیں کرتے کہ قرآن کے پیچھے چلیں بلکہ ان کا سارا زور اس بات پر ہوتا ہے کہ قرآن کو اپنے پیچھے چلائیں یہ کام کئی دانشور پہلے بھی کر چکے ہیں مثلاً" غلام احمد قادیانی غلام احمد پرویز وغیرہ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ سورہ النور کی آیت نمبر ۱۲ اور آیت نمبر ۱۵ پڑھ لینے کے بعد یہ حرکت ہرگز نہ کرتے۔

(۵) پانچواں فرد جرم یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں " حقیقت تو یہ ہے حضور کا جسد مبارک ابھی رکھا تھا ابھی زیر زمین بھی نہیں گیا تھا اور خلافت کا مسئلہ کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت صحابہ کرام میں سے کسی نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں مراقبہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کر لیتا ہوں"

مدت ہوئی یہ اعتراض ایک **بزرجمہر** نے کیا تھا ہمارے استاد مکرم نے اس کا علمی جواب دیا تھا جو ہماری کتاب دلائل السلوک کے پہلے ایڈیشن میں صفحہ ۱۷۴ سے صفحہ ۱۸۲ تک موجود ہے یہ جواب ۱۹۶۴ء میں چھپا تھا۔ مگر ڈاکٹر صاحب کو ۱۹۹۵ء میں یہ اعتراض سوجھا۔ ہم گزارش کریں گے کہ اگر ڈاکٹر صاحب کچھ وقت نکال کر ان صفحات

کا مطالعہ کر لیں تو ممکن ہے ان کی تسلی ہو جائے۔ تیسرے ایڈیشن میں صفحہ ۲۲۸ سے صفحہ ۲۳۰ ملاحظہ فرمالیں۔

(۶) چھٹا جرم یہ ہے کہ فرماتے ہیں "بعد میں جو ایک لاکھ مسلمان ایک دوسرے کی تلواروں سے قتل ہوئے اس خون ریزی سے بچنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مراقبہ کیوں نہ کر لیا۔ مصیبت تو یہ ہے کہ وہ لوگ بڑے باحوصلہ ہیں جو یہ کہہ دیتے ہیں اور ان مورخوں کو سند سمجھ کر کہہ دیتے ہیں کہ ایک لاکھ صحابہ نے ایک دوسرے کو قتل کیا یوں صاف کیوں نہیں کہتے کہ اللہ نے معاذ اللہ غلط کہا کہ **رحماء بینھم** یعنی اللہ غلط قرآن بھی غلط اور رافضی مورخ سچے

بریں عقل و دانش بباید گریست

اصولی طور پر اس کا جواب تو نمبر ۵ کا جواب میں آ گیا ہے لیکن اگر اس پر ذرا تفصیل سے بات کی جائے تو اس کی صورت یہ ہے۔

(الف) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے کون تھے؟ ڈاکٹر صاحب کہیں گے انہوں نے مراقبہ کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں نہ پوچھ لیا؟ مگر کون نہیں جانتا کہ وہ عبداللہ بن سبا یہودی کی امت تھے۔ ان کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تعلق تھا۔ یہ ۱۸۰۰ کی جماعت وہ تھی جو ۶۰۰ کوفہ سے ۶۰۰ بصرہ سے اور ۶۰۰ مصر سے آئے تھے۔ یہ سب اس یہودی کی امت تھے۔

(ب) حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد کس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت لینے کا مطالبہ کیا تھا وہ بتائے ان تین جماعتوں کے بغیر کوئی اور تھا اور کس دھونس سے مطالبہ کیا تھا؟

(ج) سب سے پہلے کس نے حضرت علی کو بیعت پر مجبور کیا وہ اشد تھا آپ جانتے ہیں نا اس کو۔

(د) کتنے جلیل اللہ صحابہ نے آخر تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔

(ر) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس نے مجبور کر کے کوفہ کو دارالخلافہ بنوایا تھا۔

(س) اس ساری داستان میں حضرت علیؓ کی بے بسی کے علاوہ کچھ اور نظر آتا ہے۔

(ص) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بصرہ کیوں گئی تھیں حضرت علی تو کوفہ میں تھے۔

(ط) بیعت رضوان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہد کیا تھا کہ عثمان کے لئے جان دوں گا اور وہ اس پر قائم تھے۔

(ظ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ وہ طاقت جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادے میں رکاوٹ ہے اسے سمجھایا جائے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کام نہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح نافرمانی ہو گی۔

(ع) قاتلین عثمانؓ نے حضرت عائشہؓ پر چڑھائی کی۔ جانتے ہیں آپ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑائی کے خاتمہ پر کیا بیان دیا تھا۔ یہی نا کہ یہ امت کی ماں ہے کوئی ہے جو ماں کو قیدی بنائے۔ تو یہ جو ایک لاکھ مسلمان قتل ہوئے تو سب عبداللہ بن سبا کی امت تھی کسی مسلمان کا مسلمان پر ہاتھ نہیں اٹھا۔

المیہ یہ ہے کہ مسلمان تاریخ بناتے رہے اور عبداللہ بن سبا یہودی کی امت تاریخ بگاڑتی رہی ذرا مئورخین کا جائزہ لیجئے

(۱) پہلا مورخ محمد ابن اسحاق ہے جو ۱۵۱ھ میں فوت ہوا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تو وہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس نے اس دور کے واقعات کہاں سے لئے۔

پھر میزان الاعتدال دیکھئے لکھا ہے کہ یہ پرلے درجے کا جھوٹا اور دجال تھا' اور **رافضی** تھا۔

(۲) دوسرا مورخ ابو لحنف ہے جو ۱۵۷ھ میں مرا تقیہ بازرا فضی تھا۔

(۳) تیسرا مورخ واقدی ہے جو ۲۰۶ھ میں مرا۔ کٹر شیعہ تھا

بعد کے مورخ یہی کرتے آئے ہیں کہ قال محمد بن اسحاق اور بس صحابہ پر یہ تہمت کہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا اور بے تحاشہ قتل کیا دراصل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ان کی تربیت پر کافرانہ اور معاندانہ حملہ ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی راہنمائی اور اپنی نبوی بصیرت کے ساتھ تیس برس کی محنت شاقہ سے جو جماعت تیار کی کیا ان میں اتنی سدھ بدھ نہیں تھی کہ وہ ایک مسلمان کو قتل کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کریں۔ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ نہیں پڑھایا کہ **من یقتل مومنا متعمدا فجزاء ہ جہنم خالدا فیہا۔** صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ Image جو ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا ہے خالص رافضیانہ انداز ہے کوئی مسلمان بقائمی ہوش و حواس اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ تہمت نہیں لگا سکتا مگر کتنے دکھ کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب جیسا دانشور یہ کافرانہ حملہ بڑی بے تکلفی سے کر گیا حالانکہ اسلام کے دشمن بھی حضور کی تربیت کا نقشہ یوں پیش کرتے ہیں کہ

After the death of the Prophet Setrile Arabia seems to be converted into the nursery of heroes the like of whom both in number and quality is hard to find any where in the whiteman's world- P.K Hitti "History of Arabs".

خوشخبری

صقارہ اکیڈمی دارالعرفان
میں

شعبہ حفظ کی عمارت تکمیل کے مراحل میں ہے۔ یکم اگست ۱۹۹۶ سے باقاعدہ حفظ کی کلاس کا آغاز ہو رہا ہے۔
داخلہ کیلئے درخواستوں کی آخری تاریخ 31 جولائی ۱۹۹۶ ہے۔

شرائط داخلہ

1۔ عمر ۷ سال سے ۱۰ سال تک ۔ 2۔ میسنگ فیس 520 روپے
منجانب : پرنسپل : صقارہ اکیڈمی دارالعرفان منارہ چکوال۔

اطاعت اور تکذیب

مولانا محمد اکرم اعوان

لوگوں کی طرف سے دو طرح کا رد عمل ہے تسلیم کرنا لینا مان لینا اتباع و اطاعت کو اختیار کر لینا یا تکذیب کرنا انکار کرنا۔ تسلیم کے درجے ہیں جس طرح اسی طرح تکذیب کے بھی مختلف درجے ہیں تسلیم میں ہم خوب سمجھتے ہیں کہ اسلام تسلیم کرلینے ہی کا نام ہے لیکن سارے مسلمان ایک درجے اور ایک جذبے کی اطاعت پیش نہیں کر سکتے ہر ایک کا جذبہ جدا ہے ہر ایک کا معیار اطاعت جدا ہے ہر ایک کا علم اور سمجھ جدا ہے اسی کے مطابق ہر ایک کے اپنے اپنے مدارج ہیں ایک عام مسلمان سے لے کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک مختلف مدارج تسلیم کے ہیں۔ اسی طرح تکذیب کے بھی مدارج ہیں۔ جن میں بڑے درجے دو ہیں۔

ایک تکذیب یہ ہے کہ انسان عملاً" بھی انکار کر دے اور قولا" بھی انکار کر دے۔ ایک تکذیب یہ ہے کہ انسان قول سے تو اقرار کرے عمل سے اس کا انکار کرے جس طرح بنی اسرائیل کے حالات میں رب جلیل فرماتے ہیں۔ **وقالوا سمعنا وعصینا۔** قولا" تو انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کا حکم سن لیا آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر لیکن اپنے عمل سے انہوں نے کہا ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے۔ دونوں کام انہی کی طرف منسوب ہیں کہ ان کا جواب یہ تھا **سمعنا و عصینا** بات سن لی ہم نے اور ہم اس بات پر عمل نہیں کرتے نافرمانی کریں گے تکذیب کا ایک درجہ یہ ہے کہ بات سن لی بات پہنچ گئی لیکن عمل اپنی خواہش نفس پر کریں گے اگر اس دلی کیفیت کو بھی دخل ہوا اور دل ہی یہ سمجھتا ہو کہ یہ بات فضول ہے یہ عمل کے قابل ہی نہیں تو پھر یہ بھی کفر ہی ہے لیکن اگر دل اس کی تصدیق کرتا ہو اور اس کے باوجود اپنی خواہشات نفس یا دنیوی مجبوریوں میں اس طرح پھنس جائے کہ اطاعت نہ کر سکے تو یہ عملی تکذیب ہے جو اسلام کے ساتھ زیادہ دیر نہیں چل سکتی یہ عمل رفتہ رفتہ انسان کو کفر کی طرف لے جاتا ہے۔

اصطلاح شریعت میں اسے **اصرار علی الضم** کہا جاتا ہے کہ گناہ کو پیشہ نہ بنا لینا گناہ کو بار بار کرنا اور **اصرار علی الضم** جو ہوتا ہے یہ **فضری الی الکفر** ہوتا ہے کہ یہ کفر کی طرف لے جانے والا ہوتا ہے یہ ایسی سواری ہے جو کفر کی طرف لے کر جا رہی ہے ایسی گاڑی ایسی موٹر ایسا جہاز ایسی چیز ہے وہ راستہ ہے جو کفر کی طرف لے کر جاتا ہے۔

لہٰذا تکذیب خواہ دل سے ہو یا عمل سے بہرحال دل سے تکذیب کفر ہے اور عمل سے کفر کی طرف لے جانے والی ہے۔ جسے ہم بہت معمولی سی بات سمجھتے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ ایمان کافی ہے بات ایسی نہیں ہے دعوی ایمان کے ساتھ خلوص دل سے وہ کوشش ضروری

ہے جو اطاعت اور اتباع کے لئے کی جائے جسے ہم شفاعت یا سفارش سمجھتے ہیں کہ ہم عمل نہیں کریں گے اور سفارش سے کام ہو جائے گا یا رحمت سے کام ہو گا اس کا اپنا ایک مقام ہے کہ جب ہم عمل کرتے ہیں کوشش کرتے ہیں محنت کرتے ہیں تو اس کوشش اور محنت کے بعد اس کام کی کوالٹی میں یا اس کام کے انجام دہی میں جو کمی رہ جاتی ہے ہماری کوشش کے باوجود اس کمی کو پورا کرنا یہ اللہ کی رحمت کا کام ہے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا کام ہے یہ نیکوں بزرگوں صالحین کی شفاعت کا کام ہے لیکن سرے سے عمل نہ کرنے کے لئے کوئی شفاعت نہیں۔ تکذیب کے لئے شفاعت کا کوئی تصور نہیں خواہ وہ عملی ہو یا قولی۔

ایک شخص نماز پڑھتا ہی نہیں اس کی کیا شفاعت ہو گی اس سے یہ فرض ساقط کر دیا جائے گا نہیں ایک شخص پڑھتا ہے لیکن اس خشوع و خضوع سے نہیں پڑھ سکتا یا اس اہتمام سے نہیں پڑھ سکتا یا اس کیفیت سے نہیں پڑھ سکتا جو نماز کی ہونی چاہئے لیکن اپنی طرف سے کوشش کر رہا ہے تو وہ جو کمی رہ گئی ہے اس کے لئے شفاعت بھی ہے سفارش بھی ہے اس کے لئے بخشش بھی ہے رحمت بھی ہے اس کے بے شمار اسباب ہیں۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جو شخص بھی اللہ کی رحمت کو پا لے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کو پا لے اسے توفیق عمل ارزاں ہو جاتی ہے عمل سے محرومی شفاعت سے محرومی کا دوسرا نام ہے اور جب کوئی ایک عمل بھی مقبول ہوتا ہے اور وہ اس پایے کا مقبول ہوتا ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کسی شخص کی ایک تسبیح قبول ہو گئی اس نے ایک بار زندگی میں کہا سبحان اللہ ایک بار اس نے کہا الحمد اللہ ایک بار اس نے کوئی جملہ اللہ کی تعریف اور تسبیح اور تقدیس کا کہہ دیا اور وہ منظور ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں وہ شخص جنتی ہے اس کی نجات کے لئے وہ کافی ہے اس کا معنی ہرگز نہ لیجئے کہ اس جملے کے بعد وہ کچھ نہیں کرے گا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ منظور ہو گا تو اللہ کریم اسے توفیق ارزاں کر دیں گے کہ اس کی پوری زندگی میں تبدیلی آ جائے گی۔

غزوہ بدر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ مدینہ منورہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو لوگ بدر میں حاضر تھے وہ اس کے بعد جو جی میں آئے کرتے رہیں وہ سارے قطعی جنتی ہیں شارحین حدیث نے اس حدیث کی شرح میں یہ فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی پابندی نہیں لگائی کہ وہ چوری نہ کریں یا وہ جھوٹ نہ بولیں یا وہ زنا نہ کریں یا وہ قتل نہ کریں فرمایا جو چاہیں کرتے رہیں وہ جنتی ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا چاہنا بھی مرضیات باری کے تابع ہو گیا اب وہ جو بھی کریں گے اللہ کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے ان کی خواہش ہی نہیں ہو گی نافرمانی کی طرف جانے کی وہ عمل ان کا اس درجہ مقبول ہوا ہے کہ ان کی اپنی پسند نہیں رہی وہ ان کی پسند اللہ کی پسند میں فنا ہو چکی وہ برائی کرنا چاہیں گے بھی نہیں اسی طرف جائیں گے بھی نہیں۔

یہی تشریح اس حدیث پہ منطبق ہوتی ہے کہ جس کی ایک تسبیح منظور ہو جائے وہ اس کی نجات کے لئے کافی ہے یعنی وہ اس کی عملی زندگی کو اس طرح بدل دیتی ہے کہ وہ نجات کو پا لیتا ہے لیکن اگر کوئی دوسرا رخ اختیار کرے تو اللہ کریم نے بڑی کھری بات ارشاد فرمائی ہے۔

فرمایا **وان کذبوک** اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کریں ہر وہ شخص جو قولاً تکذیب کرتا ہے یا جو عملاً تکذیب کرتا ہے اس میں پیر ہے یا مولوی اس میں سیاست دان ہے یا حکمران اس میں مزدور ہے یا رئیس عالم ہے یا ان پڑھ بات تصدیق اور تکذیب کی ہے، شخصیت کی نہیں کوئی ہو مرد ہو عورت ہو گورا ہو کالا ہو جو بھی تصدیق کی جگہ تکذیب کرتا ہے فرمایا میرے حبیب صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے یہ بات بتا دے۔

فقل لی عملی ولکم عملکم میرا کام میرے لئے ہے اور جو کام تم میری پسند کے خلاف کر رہے ہو تمہارے لئے ہے اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ تو شفاعت کا مسئلہ بھی بجا طور پر صاف ہو گیا کہ شفاعت ان کاموں کے لئے ہے جو ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے لئے کوشش تو کریں لیکن حق اطاعت ادا نہ کر سکیں اگر ہم کام ہی حضور اکرم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف کریں تو اس کے لئے شفاعت کیا ہے کام ہی شریعت کے خلاف ہو کام ہی اطاعت کی حد سے نکل کر ہو۔ تو اس کے لئے سفارش کا طلب کرنا تو عجیب بات ہے بلکہ فرمایا کسی کو غلط فہمی نہ رہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اعلان فرما دیجئے کہ میرا کام جس کو تم نے اپنایا نہیں تم نے پسند نہیں کیا تم نے اختیار نہیں کیا وہ میری ذمہ داری ہے وہ میرے لئے ہے۔

ولکم عملکم اور تم نے میری اطاعت چھوڑ کر تصدیق چھوڑ کر جو کام کیا ہے وہ تمہارے ذمہ تم جانو اور تمہارا مالک جانے اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے۔

انتم بریون مما اعمل جو میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہے۔

وانا بری مما تعملون۔ اور میری اطاعت چھوڑ کر جو کام تم کرتے ہو فرمایا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بری ہوں کوئی تعلق نہیں اس کے ساتھ۔

مسلمانوں میں اکثریت ہی ہم ایسے لوگوں کی ہے جو عملی زندگی سے بیزار الگ تھلگ اور اس امید پہ بیٹھے ہیں کہ مسلمان ہونا ہی ہماری شفاعت کا سبب ہے لیکن اللہ کو زیب نہیں دیتا کہ وہ لگی لپٹی کہے نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے مطابق ہے کہ آپ لگی لپٹی کہیں کتنی کھری کتنی صاف اور کتنی واضح بات ہے کہ فرمایا جو کام تم میرے حکم کے خلاف کرتے ہو جو عمل تمہارا میری تصدیق نہیں کرتا اس کی ذمہ دار مجھ پر بھی نہیں آتی۔ ہاں جس عمل میں تم میری تصدیق کے لئے محنت کرتے ہو پھر وہ معیاری نہیں ہو پاتا یا اپنے اس درجے کو نہیں پا سکتا یا اس میں کمی اور خامی رہ جاتی ہے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیزاری کا اعلان نہیں فرمایا محنت تم کرو کوشش تم کرو خلوص تمہارا ہو ارادہ تمہارا ہو پھر کمی رہ جائے تو اللہ کی رحمت بھی اسی کے لئے ہے نبی کی شفاعت بھی اسی کے لئے ہے پھر عجیب بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی میں کائنات کا سارا حسن بیک وقت ایک جگہ نظر آتا ہے خواہ وہ حسن ظاہر ہو خواہ وہ حسن باطن ہو خواہ وہ قدوقامت کا حسن و زلفوں کے کنڈلوں کا حسن ہو خواہ وہ واضح رخسار کی بات ہو خواہ وہ دندان مبارک ہوں خواہ وہ قدوقامت اور رفتار ہو کوئی بھی انداز ظاہری ہو یا آواز کا حسن ہو صورت کا ہو لے کا ہو بیان کا ہو بات کا ہو۔

اور انسان تو حسن پر جان دیتا ہے آپ خوبصورت دیوار بنا دیں تو جانے والا اسے پلٹ کر دیکھے گا آپ خوبصورت فرش لگا دیں تو لوگ اسے رک کر دیکھیں گے آپ خوبصورت درخت لگا دیں تو لوگ اسے رک کر دیکھیں گے اور خوبصورت بات خوبصورت شہر یا خوبصورت آواز تو کمزوری ہے انسان کی پھر جب بیک وقت اتنا سارا حسن، حسن ایمان بھی وہاں حسن اخلاقی بھی وہاں حسن کردار بھی وہاں تجلیات باری ایک ایک رنگ سے ہویدا ہیں اور حسن ظاہری بھی سارا وہاں

حسن ظاہر ہے تیرے روشن جہان رنگ و بو
ساری دنیا اس چمک سے روشن ہو رہی ہے تو پھر

انسان اس طرف پیٹھ کیوں کرتا ہے بات مان کیوں نہیں لیتا وہاں مرتا کیوں نہیں ہے وہاں جان کیوں نہیں دیتا وہاں ٹوٹ کو بکھرتا کیوں نہیں پھر اپنے آپ کو سلامت لے کر اس محفل سے کیوں اٹھ جاتا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ حسن کی طلب انسانی قلوب کا کام ہے اور قلوب انسانی میں حیات آتی ہے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

تعلق سے ایمان سے اور جب دل مرتا ہے یا جب دل بگڑتا ہے تو اعضاء جو اس کام کو کرنے والے ہیں ان کا زاویہ بدل جاتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ آدمی کو بخار ہو اسے میٹھا فروٹ کھانے کو دیں تو تلخ لگتا ہے اسے میٹھی غذا کھانے کو دیں تو اسے بدذائقہ لگتی ہے اس لئے نہیں کہ غذا میں خرابی ہے اس لئے کہ اس کے اپنے مزاج میں اور اس کے ذائقے میں خرابی ہے اسی طرح فرمایا جب دل بگڑتا ہے تو ظاہری آنکھ تو رہتی ہے مادی حسن کو تو وہ دیکھتی ہے لیکن کمال حسن تک پہنچنا اس کے بس کی بات نہیں رہتی اور جس چیز کے لئے وہ تخلیق کی گئی ہے اسے وہ دیکھنے سے یکسر محروم ہو جاتی ہے فرمایا۔

ومنهم من يستمعون اليك۔ ان میں ایسے لوگ ہیں جو آپ کا ارشاد سننے کی کوشش کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کان دھرتے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ان میں سے وہ سننے کی استعداد رخصت ہو گئی۔ اس کا مدار ان کے اپنے اندر قلب پر تھا جہاں سے انہوں نے اس کا ناطہ توڑ دیا۔

افانت تسمع الصم ولو كانوا لا يعقلون۔ تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سننے کی حس تو ان کے اندر تھی جہاں سے انہوں نے تباہ کر دی اب یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری تو نہیں ہے کہ آپ انہیں سنوائیں۔ کیسے سن سکتے ہیں وہ کہ جب ان میں عقل ہی نہیں رہی دماغ سلامت ہے کان سلامت ہیں آواز سنتے ہیں فرمایا لیکن وہ عقل اور وہ شعور جو تیری آواز کی مٹھاس کو پاتا جو تیری آواز کی لطافتوں کو پاتا ان کے دل بگڑنے کی وجہ سے وہ حس تباہ ہو چکی ہے اور اس لحاظ سے یہ بہرے ہو چکے ہیں اب اگر کسی نے اپنے کانوں میں تیزاب ڈال لیا ہو تو سنانے والے کی ذمہ داری تو نہیں ہے کہ پہلے اس کا کان ٹھیک کرے پھر اسے بات سنائے یہ تو اس کا اپنا کرشمہ ہے کہ اس نے اپنی حس تباہ کر لی اسی طرح فرمایا

ومنهم من ينظر اليك۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بیچارے لوگ تجھے دیکھتے ہیں لیکن اندھیرا کیا دیکھے گا ارے یہ جو ایک کھلے ہوئے پھول پہ مرنے لگتے ہیں جو ایک قطعہ لباس کے لئے جان دے دیتے ہیں جو چند ٹکوں کے لئے' ایک خوبصورت مکان' خوبصورت موٹر' خوبصورت زمین کے لئے قید ہو جاتے ہیں یہ تیرا حسن دیکھ لیتے تو تو کیا سمجھتا ہے چھوڑ کے اٹھ جاتے۔ جنہوں نے دیکھا ہے انہیں اس محفل سے کبھی اٹھا بھی سکا ہے اور جو بیٹھتے نہیں ہیں یہ دیکھ نہیں پاتے۔ اسلئے کہ محض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھنا دیکھنا نہیں ہے دیکھنا یہ ہے کہ نگاہ اس چیز کی لطافت باریکی اور اس گہرائی تک چلی جائے جہاں لذت و لطف کے سمندر موجزن ہیں لیکن انہوں نے خود اپنے کو اندھا کر لیا۔

افانت تهدى العمى ولو كانوا لا يبصرون۔ جب انہوں نے اپنی آنکھیں پھوڑ لی ہیں تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پہلے دیدہ بینا بھی دیں پھر اپنا جہان جہاں تاب بھی دکھائیں؟ یہ کیسی بات ہے ایسا تو ممکن نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ کہاں کا قانون ہے کہ آپ اپنا حسن بھی لوٹائیں' حسن تقسیم بھی فرمائیں اور انہیں دیدہ بینا بھی آپ ہی دیں۔ جب میں نے انہیں آنکھیں دیں اور انہوں نے پھوڑ ڈالیں تو اس زیادتی کے ذمہ دار یہ خود ہیں۔

اگر ہم یہ سوچیں کہ اللہ قادر تو ہے اب تو جسے چاہتا ہے اسے وہ جلوہ دکھا دیتا ہے جسے چاہتا اسے محروم کر دیتا ہے اور اوپر سے پھر جھڑکتا بھی ہے سزا کا خوف بھی دلاتا ہے ہمیں یہ بھی بتا رہا ہے کہ تم تصدیق کرنے والوں میں مل جاؤ گے یا تم میری رحمت سے محروم ہو جاؤ گے یا تم شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محروم ہو جاؤ گے تو کیا یہ زیادتی نہیں ہے انسان کی کیا بساط ہے وہ کہا تھا نا شاعر نے

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای

بازی گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

مجھے ایک تختے پر باندھ کر آپ نے سمندر کے طلاطم میں پھینک دیا اور اب مجھے حکم دیا جا رہا ہے کہ خبردار کہیں سے لباس تر نہ ہو جائے کپڑا بھیگ نہ جائے بڑی عجیب بات ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

ان اللہ لا یظلم الناس شیاء۔ اللہ کو تو زیب ہی نہیں دیتا کہ تیری جیسی کمزور مخلوق پر رائی برابری بھی زیادتی کرے فرمایا۔ میرا تو قاعدہ ہی یہ ہے کہ **کل مولود یولد علی فطرۃ۔** ہر پیدا ہونے والے کو خواہ نمرود کے گھر پیدا ہو' شداد کے گھر پیدا ہو' فرعون کے گھر پیدا ہو یا کسی نبی اور پیغمبر کے گھر پیدا ہو بلا استثنیٰ فطری استعداد دے کر بھیجتا ہوں اب یہ پیدا ہونے اور پلنے بڑھنے کے بعد جب اس کی عقل جوان ہوتی ہے تو یہ اس کا فیصلہ اپنا ہوتا ہے کہ وہ کس طرف چلنا چاہتا ہے انسان کے پاس ہی اختیار ہے۔ انسان کو پیدا ہونے پہ اختیار نہیں مرنے پہ اس کا کوئی اختیار نہیں بیماری ہونے پہ یا بیماری سے نکلنے پہ غریبی پہ یا امارت پہ قد بنانے پہ یا صورت تبدیل کرنے پہ اپنا رنگ بدلنے پر یا اپنا روپ بدلنے پر کسی طرح کا کوئی بھی اختیار نہیں ہے۔ موسموں پر یا روزی پر یا کسی شے پر اس کا کوئی بس نہیں چلتا۔

ہاں یہ فیصلہ اس کے اپنے بس میں ہے کہ اللہ کی کائنات میں اللہ کا بندہ بننا چاہتا ہے یا اللہ کی کائنات میں خود وہ اپنی خدائی کا دعوے دار ہے اپنی پسند سے رہنا چاہتا ہے یا اپنی پسند کو اس کے دروازے پر چھوڑتا ہے اور اس کے حکم کو اختیار کرتا ہے فرمایا اس کے بعد بھی انسان نہایت کمزور ہے ایک دن کی پیاس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ایک وقت کی بھوک کا مقابلہ نہیں کر سکتا ایک دانت کو درد ہو جائے تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن جب وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے تیرے حضور پہنچنا ہے تو فرمایا۔

یھدی الیہ من ینیب۔ جس کے نہاں خانہ دل میں یہ بات طے ہو جائے کہ اللہ کا بندہ بن کر رہنا ہے اسے میں اپنی بارگاہ تک چلا کر لے آتا ہوں اٹھا کر لے آتا ہوں راستے آسان کر دیتا ہوں فرمایا پھر آگے اسے سنبھالنا میرا کام ہے لاکھوں حوادثات زمانہ گزر جائیں میں اسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سے جہاں جہاں لغزش ہوتی ہے جہاں جہاں گناہ ہوتا ہے جہاں جہاں اللہ ہمیں معاف کرے تکذیب کے مرتکب ہوتے ہیں اتنی کمزوری ہمارے اس فیصلے میں موجود ہے جو ہم نے کر رکھا ہے کہ ہم نے مسلمان جینا ہے۔ ہم نے جو یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا ہے ہمیں اللہ کی اطاعت کرنا ہے اس فیصلے کے باوجود اگر کلمہ پڑھنے کے باوجود نمازیں پڑھنے کے باوجود ذکر کرنے کے باوجود مراقبات کرنے کے باوجود اعمال میں کمی ہے اور ہم گناہ کا شکار ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بنیادی فیصلہ جو ہم نے کیا تھا وہ کمزوری ہے۔ عمل طاقتور ہو سکتا ہے ایک آدمی کثرت سے نوافل پڑھ سکتا ہے ایک آدمی کثرت سے روزے رکھ سکتا ہے ایک آدمی بہت زیادہ ذکر اور مراقبے کر سکتا ہے اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد پھر وہ گناہ بھی کرتا ہے اس لئے کہ اس فیصلے کی قوت پروہ توفیق ارزاں ہوتی ہے لیکن جہاں اس فیصلے میں کمی رہ گئی کوئی ایف If یا بٹ But رہ گیا جہاں کوئی اگر یا مگر رہ گیا جہاں کوئی چونکہ یا چنانچہ کی کسر رہ گئی جب وہاں گاڑی پہنچتی ہے تو وہاں سے پھسل جاتی ہے۔

ٹرین پشاور سے کراچی تک جاتی ہے ساری پٹڑی ٹھیک ہے پوری رفتار سے چلتی ہے ایک جگہ سے ایک فٹ کا ٹکڑا نکال دیں تو ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے یہ عجیب بات ہے ہزار میل پٹڑی سلامت ہے ایک فٹ نہ ہوئی تو کیا فرق پڑتا ہے کبھی سوچا آپ نے۔ کوئی نہیں سوچتا کہتے ہیں جب اس فٹ پر پہنچے گی تو گرے گی۔

اگر ہم سارا سسٹم ایڈجسٹ کر لیں تہجد پڑھ لئے اشراق پڑھ لئے نوافل پڑھ لئے پھر ذکر کر لیا مراقبات کر لئے

اور ڈیوٹی پر پہنچے تو کام نہیں کیا۔ تنخواہ حلال نہیں کی۔ ذمہ داری پوری نہیں کی بازار میں پہنچے تو خریدنے میں یا فروخت کرنے میں جھوٹ بول دیا یا اس میں بددیانتی کر لی تو کیوں وہ سارا سحری کا ذکر وہ مراقبہ وہ اللہ اللہ وہ کہاں گئی فرمایا وہ سالم پٹڑی پر تھے اب تم اس جگہ پہنچے ہو جہاں تم نے خلا چھوڑ دیا ہے۔ جہاں پٹڑی سلامت تھی وہاں زندگی کی گاڑی پوری رفتار سے گزری اور جہاں تم نے خلا چھوڑ دیا تھا وہاں وہ زمین میں دھنس گئی فرمایا یہ خود کرتے ہیں۔

ان اللہ لا یظلم الناس شیئا۔ نہ تو رائی برابر کسی انسان سے زیادتی کی اسے کیا آپ نے کبھی کسی کیڑی کے ساتھ زیادتی کرنے کا سوچا ہے کہ ہم کوئی بندوق لے آئیں اور اس کیڑی کو اڑا دیں یا آگ لگا دیں کوئی بھی نہیں سوچتا کیوں ہم سمجھتے ہیں ہمارا اور کیڑی کا کیا مقابلہ۔ دفعہ کرو اسے چھوڑو کیڑی مخلوق ہے ہم بھی ایک مخلوق ہیں اور بحیثیت مخلوق ہم اور وہ برابر ہیں اور وہ خالق ہے اور ہم مخلوق ہیں ہماری تو کوئی نسبت ہی نہیں بنتی برابری کی اگر ایک بڑی مخلوق کو چھوٹی مخلوق پر زیادتی کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تو خالق کو مخلوق کے ساتھ زیادتی کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تو خالق کو مخلوق کے ساتھ زیادتی کرنے کی کیا تک بنتی ہے فرمایا میں تو نہیں زیادتی کرتا ہاں لوگ اپنے آپ پر خود بڑا ظلم کرتے ہیں یہ فیصلہ ہی نہیں کر پاتے یہ بات ہی نہیں کر پاتے یہ ختم ہی نہیں کرتے کسی بات کو ان میں ہاں اور نہ کرنے کی استعداد بھی نہیں ہے انہیں بھی ہاتھ ڈالتے ہیں ادھر بھی ہاتھ ڈالتے ہیں یہ بھی رہ جائے وہ بھی رہ جائے یہ عجیب لوگ ہیں یہ خود کو اس طرح نہیں کرتے کہ ہمیں ادھر رہنا ہے یا ادھر رہنا ہے اور ان کا یہ گوںگو میں رہنا ہی اپنے آپ پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔

دیکھو ہم جو حساب کرتے ہیں کہ تلاوت کا اتنا ثواب ہے جمع تفریق کر کے بہت سا بیلنس بن جاتا ہے اس کے بعد بیوی بچوں کو پالنے کا گناہ ہو بھی گیا تو خیر ہے اتنے ثواب کے ساتھ تھوڑا سا گناہ تو یہ جو جمع تفریق ہے نا یہ ہمیں لے کر ڈوب گئی۔ تہجد پڑھتے ہیں صبح سحری کو ذکر بھی کیا ہے پھر اٹھ کر تلاوت بھی کی ہے اشراق پڑھ کے اٹھا ہوں ثواب کافی ہو گیا کوئی ملنے کے لئے آیا تو اسے جھوٹ بول دیا خیر ہے اتنے چھوٹے سے گناہ کا اتنے بڑے بیلنس میں کیا ہو گا لیکن بات ایسی نہیں ہے یہ بالکل اس پٹڑی کا معاملہ ہے کہ اگر ہزار میل بھی سلامت ہے تو ایک فٹ پر جب پھسلے گی تو چکنا چور کر دے گی کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا۔ کہ ہزار میل اس نے صحیح سفر کیا اس لئے اسے چوٹ نہیں لگنی چاہئے۔ ہے کوئی اس کا کام جب حادثہ ہو گا جب گرے گا سب چکنا چور ہوں گے اس لئے جزوی ثواب کو نہیں دیکھنا چاہئے۔

زندگی پوری کی پوری سلامت ہے کہ نہیں اور اگر نہیں ہے تو جو سلامت ہے وہ غنیمت لیکن جہاں جہاں خرابی ہو اسے سلامتی کی طرف لے جایا جائے۔ بڑا سیدھا سا اصول ہے صرف تسبیحیں صرف حجیں صرف عمرے شمار نہ کئے جائیں صرف نمازیں صرف سجدے شمار نہ کئے جائیں بلکہ پوری کی پوری زندگی کا ہر شخص اپنی اپنی زندگی کا میں بھی آپ بھی ہم میں سے ہر شخص اپنی اپنی زندگی کا محاسبہ کر لے کہ میری پوری زندگی میں کہیں کوئی رخنہ تو نہیں اور جہاں ہے وہاں کھڑا ہو کر چیخے پھر سے چلائے کہ بار الہا مجھ سے یہ رخنہ پر نہیں ہو رہا یہ بھی تو ہی کر دے وہ کر دیتا ہے۔ بات مزے کی یہ ہے کہ ساری زندگی ضائع ہو گئی موت سے پہلے پہلے کسی لمحے مڑ کر اسے کہہ تو دے کہ اللہ میں تو بکھر چکا ہوں ضائع کر چکا ہوں کھو چکا ہوں تو چاہے تو مجھے دے سکتا ہے فرماتا ہے میں محروم نہیں کرتا دے دیتا ہوں لیکن کھڑا ہو کر مجھے پکارے تو سہی میری طرف متوجہ تو ہو اگر اسی حساب میں رہا کہ ہم نے جی پانچ سو میل سفر کر لیا وہ بڑا صحیح سلامت تھا ایک میل اگر پٹڑی نہ بھی سہی تو بھی نکل جائے گا فرمایا نہیں نکلے گا۔ جہاں نہیں ہو گی وہیں حادثہ ہو جائے گا نہیں نکلے گا اپنے آپ کو تباہ نہ کرو اپنے

ساتھ ظلم نہ کرو اپنے سامنے ایک راستے میں تو آگ کے شعلے مت جلاؤ اور کانٹے مت بچھاؤ اس لئے کہ انسان مر کر مٹنے والی شے نہیں ہے۔

موت ایک عارضی وقفہ ہے یہ دنیا جو امتحان گاہ ہے جہاں تمہاری قوت فیصلہ کو پرکھا جا رہا ہے اور جب اس فیصلے پر اللہ کا فیصلہ نافذ ہو گا اس کے درمیان جو وقفہ ہے اس کا نام موت ہے بے فکر نہیں ہو جاؤ کہ جو کچھ ہے کر لو پھر موت کے بعد دیکھا جائے گا دیکھا نہیں جائے گا۔ فرمایا جب میدان قیامت میں جمع ہوں گے لوگ۔

ویوم یحشرھم۔ جب ہم ان سب کو جمع کریں گے۔

کان لم یلبثوا الا ساعتہ من النھار۔ تو پچھلا سارا خواہ وہ کروڑوں اربوں کھربوں سال بیت گئے ہوں جب سامنے کی حیات اور اس کی کیفیت ان کے وجود میں در آئے گی اور حقیقی زندگی آئے گی تو یہ سمجھیں گے کہ وہ تو بھئی اس کے مقابلے میں پل بھر کی بات تھی وہ تو بیت گئی اور فرمایا۔

یتعارفون بینھم۔ لوگ بھولے نہیں ہوں گے ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے خواہ کافر بھی ہوں وہ جانتے ہوں گے یہ شخص میرا دوست تھا پڑوسی تھا بھائی تھا بیٹا تھا اس کے ساتھ میرا لین دین تھا اس کو میں نے قتل کیا تھا اس کو میں نے مارا تھا اس کی میں نے دولت لوٹی تھی اس نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی **یتعارفون بینھم** یہ میرا دوست تھا میرا غم گسار تھا یا اس نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی کافر بھی ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے جانتے ہوں گے حالات تک ذہن میں موجود ہوں گے اس کا معنی یہ ہوا۔

کہ موت عدم اور فنا کا نام نہیں ہے حیات کی ایک تبدیلی کا نام ہے کہ ایک طرح کی زندگی بدل کر دوسری طرح کی زندگی شروع ہو گئی ورنہ حیات رہتی موجود ہی ہے موت بھی حیات ہی کی ایک صنف ہے حیات ہی کی ایک صورت ہے موت کے وقفے میں بھی کسی کا علم تک ضائع نہیں ہوتا یعنی مر کو وہ بھولا نہیں ہے اسے انسانوں کے چہرے انسانوں کی باتیں ان کے کردار یاد ہیں تو کسی وجود میں علم کا ہونا ہی اس کی حیات کی دلیل ہے چہ جائیکہ مومن کی آپ بات کریں پھر مومن میں آپ اولیاء اللہ کی بات کریں پھر آپ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی باتیں کریں مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابہام لوگوں کو کیسے پیدا ہو گیا شاید یہ برزخی زندگی سمجھ ہی نہیں سکے اس زندگی کو ہی انہوں نے موت کا نام دے رکھا ہے حقیقتاً" وہ زندگی ہے اور فرمایا۔

گناہ کا فلسفہ یہ ہے کہ جب اس دن کی یاد اور اللہ کے روبرو پیش ہونے کی یاد نکل جاتی ہے دل سے یا یقین نہیں جمتا تو آدمی تکذیب میں گرتا ہے اور فرمایا۔

قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ۔ بات نکھر جائے گی کہ جن لوگوں نے اللہ کے سامنے پیش ہونے کا یقین نہ کیا اور انکار کرتے رہے زبان سے نہ کیا عمل سے سہی سب سے زیادہ نقصان انہوں نے اپنا کر دیا اور اس کا نقصان نقد جو دنیا میں ہوتا ہے وہ یہ ہے۔

وما کانوا مھتدین۔ انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوتی خواہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے سنتے رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آراء کے سامنے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک عہد میں ہوں یا بعد میں ہوں ہدایت ان کے نصیبوں سے نکل جاتی ہے۔

یہ جو ہم کلمہ پڑھتے ہیں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم** یہ ہم واپس رسید دیتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام بھی ہم تک پہنچا ہم نے سنا بھی ہے اور ہم نے قبول بھی کر لیا آپ نے دیکھا جو اکنالجمنٹ ڈیو لیٹر آتا ہے تو اس کے ساتھ ہم دستخط کر کے واپس کرتے ہیں پھر کسی عدالت میں کبھی ہم یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ مجھے یہ خط ملا ہی نہیں وہ تو ہم دستخط کر

کے رسید دے بیٹھے یہ جو کلمہ ہم پڑھتے ہیں یہ دعوت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم رسید دیتے ہیں کہ آپ کا پیغام مل گیا۔

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا۔ (پارہ ۴ رکوع ۱۱)

اس رسید پہ ہم دستخط کرتے ہیں کہ ہم تک تیرے نبی کا ارشاد پہنچا دعوت پہنچی ہم نے اسے قبول کر لیا لیکن پھر ہم اس کی اطاعت کا حق ادا نہیں کرتے میں عمل کی بات نہیں کرتا عمل میں کوتاہیاں اور بات ہے ہم خلوص دل سے یہ طے بھی نہیں کر پاتے کہ ہمیں اس کی اطاعت کرنی ہے یہ ایسی عجیب بات ہے کہ جو ہم سب ایک دوسرے سے چھپاتے ہیں میں آپ کو نہیں بتانا چاہتا آپ مجھے نہیں بتانا چاہتے کہ میرے دل میں کیا ہے لیکن ہمارے اندر یہ ہوتا ہے کہ دعوی کر لیا مان لیا زبانی کہ کچھ گزارا کریں گے کچھ اپنی بھی چلائیں گے کچھ ان کی بھی مانیں گے کچھ اس طرح گزارا ہو جائے گا اللہ فرماتا ہے یہاں ایسے گزارا نہیں ہو گا۔

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دو جو قدم میری اطاعت میں اٹھاؤ گے وہ میری ذمہ داری گے اور جو قدم میری اطاعت چھوڑ کر اٹھاؤ گے وہ تمہاری اپنی ذمہ داری ہے اب کوئی ایچ پیچ نہیں چلے گا کوئی ہیرا پھیری نہیں ہو گی کوئی اس میں کسی فریب کی اور کسی دغا بازی کی گنجائش نہیں ہے لوگو! اللہ کی بارگاہ کھلی ہے وہ بڑا کریم ہے فرماتا ہے لیکن اپنا فیصلہ جو ہے اس پہ نظر ثانی کرو۔

خصوصی طور پر ایسی باتیں عرض کیں جو براہ راست بارگاہ نبوت علیٰ صاحبہ الصلوۃ والسلام سے دوستوں کے لئے ایک نوید ایک پیغام ایک مژدہ ایک مبارک اور سلامتی کے پیغام کی حیثیت رکھتی تھی لیکن یہ بھی یاد رہے کہ حق اطاعت ادا نہ کرنے والا اس درجے کا مجرم بھی گردانا جائے گا جس درجے کا اطاعت کرنے والا انعام کا حقدار قرار پائے گا۔ چونکہ اللہ کی بات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات اپنی ایک شان اور حیثیت رکھتی ہے اور وہ اس قابل نہیں ہے کہ سن کر بھلا دی جائے اس کا سننا بہت بڑی سعادت ہے لیکن اس سعادت کا حق تب ادا ہوتا ہے جب پورے خلوص سے اس کو مانا بھی جائے اللہ کریم ہم سب کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی توفیق بخشے۔ ہماری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور اطاعت پہ زندہ رہنے کی اور اطاعت پہ مرنے کی اور اطاعت شعاروں کے ساتھ میدان حشر میں کھڑا ہونے کی توفیق بخشے۔

تصحیح

جولائی ۹۶ء کے شمارہ میں سالانہ اجتماع کا انعقاد ۱۱ جولائی سے ۱۴ اگست پرنٹ ہوا ہے جبکہ سالانہ اجتماع ۱۱ جولائی سے شروع ہو کر ۱۹ اگست کو اختتام پذیر ہو گا۔ سب احباب نوٹ فرمالیں۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی رانا لیاقت علی اور سلطان سخاوت علی (گوجرہ) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئی ہیں۔ ان کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

کینیڈا میں مستقل رہائش پذیر پڑھی لکھی سید فیملی کی ساڑھے اکیس سالہ صوم و صلوۃ کی پابند لڑکی کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔ رابطہ کے لئے :-

سید احمد وقاص
35/c فرید ٹاؤن۔ ساہیوال شہر
فون: 0441-50001
فیکس: توجہ سید۔ اے ماجد نمبر 0441-50871

انسان کاملؐ کے اوصاف حمیدہ

حافظ محمد عتیق الرحمٰن

بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لئے تعلیم کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو کسی کو نصیحت کی جائے اور کہا جائے کہ ایسا کرو۔ اور اس طرح نہ کرو۔ یہ چیز تمہارے لئے مفید ہے اور یہ مضر ہے۔ دوسرا طریقہ ہے کہ انسانیت کو عملی زندگی میں نمونہ اور مثال بن کر سامنے ابھرے۔ چنانچہ ہمارے پیارے نبی اکرم، شفیع اعظم، رحمت مجسم، داعی حق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں طریقوں سے کام کیا۔ آپ نے فرمان و عمل کے وہ نمونے پیش فرمائے کہ جن سے ہم اپنی زندگی سنوار سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں آپ کی شان یوں بیان کی گئی ہے۔ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔**

ایک صحابی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ نے جو کچھ انسان کو دیا ہے۔ اس میں سے سب سے اچھی چیز کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھی عادتیں۔

خلق عظیم :۔ قرآن حکیم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی اس طرح عکاسی کرتا ہے۔ **وانک لعلی خلق عظیم۔** اور تحقیق تو بڑے خلق پر پیدا ہوا ہے۔ اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ **بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔** (موطا امام مالک) میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ حضرت سعد بن ہشام بن عامر نے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کی بات دریافت فرمائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں فرمایا۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ حضرت سعد نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سن کر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔"

صبر و حلم و عفو :۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں جب آپ کسی حرمت اللہ کی بے حرمتی دیکھتے تو اللہ کے واسطے اس کا انتقام لیتے۔ (صحیح بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ غزوہ نجد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ واپس آتے ہوئے ایک گھنے جنگل میں دوپہر ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے سایہ میں اترے اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ایک ایک کر کے درختوں کے سائے میں اتر پڑے۔ اسی اثناء میں آپ نے ہمیں آواز دی۔ ہم حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدو آپ کے سامنے بیٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا۔ اس نے آ کر میری تلوار کھینچ لی۔ میں بیدار ہوا تو یہ تلوار

کھینچے میرے سر پر کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔ "تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ میں نے کہا "اللہ" یہ سن کر اس نے تلوار نیام میں رکھ لی۔ آپ نے اس کو کوئی سزا نہ دی۔ اس اعرابی کا نام غورث بن حارث تھا۔ (صحیح البخاری الجنائز باب)

شفقت و رحمت :۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔ **وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین۔ (انبیاء۔ ۷۳)**

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر رحمت بنا کر سارے جہاں کے لئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی مخلوق پر بے حد شفقت اور مہربانی فرماتے تھے۔ غلاموں' یتیموں' بیواؤں' بچوں' بوڑھوں یہاں تک کہ حیوانات کے ساتھ بھی ہمدردی' محبت' الفت سے پیش آتے تھے۔ قرآن حکیم نے آپ کو روف رحیم بھی کہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے ہیں کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ کرتا کہ دیر میں ختم کروں گا۔ مگر صف سے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی تو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی ہو گی۔

فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ضعیف نابینا والد کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسلام پر بیعت کرانے کے لئے لائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تم نے ان کو بڑھاپے میں کیوں تکلیف دی۔ میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔

ایک دفعہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے [illegible]مار رہے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی۔ جس قدر تم کو اس [illegible]م پر اختیار ہے۔ اللہ کو اس سے بہت زیادہ تم پر اختیار ہے۔ انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ کہنے والے رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ میں نے پھر کبھی کسی کو نہیں مارا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے اور تیر کا نشانہ بنانے سے بالکل منع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ راستے میں ایک اونٹ کو دیکھا کہ جس کی پیٹھ اور پیٹ بھوک زیادتی کی وجہ سے الگ ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان بے زبانوں کے حق میں خدا سے ڈرو۔

حیا :۔ حیا و شرم بھی مسلمان کا ایک بڑا وصف اور ایمان کی نشانی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حیا اور ایمان دونوں ملی ہوئی چیزیں ہیں۔ جب ان میں سے ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسری خود بخود اٹھ جاتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرم و حیا میں ان کنواری لڑکیوں سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ جو پردے میں رہتی ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی بات بری معلوم ہوتی آپ زبان سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک سے یہ اندازہ کر لیتے کہ یہ بات آپ کو بھلی نہیں لگی۔ (صحیح البخاری۔ کتاب الانبیاء)

پاک دامنی :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں سے صرف زبانی اقرار لے کر بیعت کرتے تھے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تھے اور نہ آپ کو کبھی کسی ایسی عورت کو چھوا جو آپ کے نکاح میں نہ ہو۔

امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ہم کئی دوسروں عورتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے اقرار لیا کہ شرک' چوری' ڈاکہ زنی' زنا' بہتان تراشی' افترا پردازی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی سے بچیں گے۔ جب ہم یہ اقرار کر چکے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ تشریف لائیے تاکہ ہم آپ سے بیعت کریں۔ آپ نے

فرمایا- میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا- صرف زبانی اقرار کافی ہے-

تواضع :- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ہر لحہ، ہر آن نکھرتی، سنورتی، معطر ہوتی رہتی تھی- آپ بہت ہی زیادہ متواضع تھے- غرور تکبر سے نفرت تھی- بیماروں کی بیمار پرسی، جنازوں میں شرکت، غلاموں کی دعوت، دوسروں کی دعوت قبول آپ کا شیوہ تھا- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان پر مسلمان کے چھ حقوق ہیں-

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہ جا سکے گا- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کرتے ہیں- آپ نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے کاموں میں گھر والوں کا کام بٹاتے ہیں-

جرات :- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اور جان لو کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے-" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قوی مومن بہتر ہے اللہ کو کمزور مومن سے قوی زیادہ محبوب ہے-

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ دشمن پر حملہ کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سب سے آگے ہوتے تھے- (شفاء- ص ۵۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انتہا درجے کے شجاع اور بہادر تھے- ایک رات مدینہ میں شور ہوا کہ دشمن آ پہنچے لوگ ادھر کو چل پڑے- تو ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آتے ہوئے ملے کیونکہ آپ سب سے پہلے ادھر تشریف لے گئے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برہنہ پشت گھوڑے پر سوار تھے- اور گردن مبارک میں تلوار تھی- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو تسلی دی- ڈرو مت گھبراؤ مت- (بخاری ص ۴۳۶)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں رہتے- آپ سب سے زیادہ بہادر تھے- دشمنوں کی جماعت سے قلعہ خیبر کی فتح کے نتیجہ میں یہودیوں کے ساتھ صلح کی شرط یہ ٹھہری- کہ زمین یہودیوں کے قبضے میں چھوڑی جائے تو وہ پیداوار کا آدھا حصہ مسلمانوں کو دیا کریں- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کی یہ درخواست منظور فرمائی- سال میں جب بٹائی کا جب وقت آتا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کو خیبر بھیج دیتے وہ جا کر ساری پیداوار کے ڈھیر کو دو برابر حصوں میں بانٹ دیتے اور یہود سے کہتے- ان دو میں سے جو چاہو تم لے لو- یہود کی آنکھوں کے لئے اس عدل و انصاف کا نظارہ بالکل نیا تھا- وہ بے ساختہ کہہ اٹھتے تھے کہ "زمین و آسمان اسی عدل سے قائم ہیں-" یہ عدل و انصاف بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ قیادت قائم و دائم تھا-

صادق و امین :- صادق کے معانی ہیں سچا، سچائی کا پیکر- امین کہتے ہیں جو امانت دار ہو- جس کے پاس یقین کر کے امانت رکھی جائے کفار مکہ آپ کو شروع ہی سے صادق و امین کہتے تھے- حضرت عبداللہ بن سلام ابھی ایمان نہ لائے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی پکار اٹھے- **وجهه ليس بوجه كذاب-** ان کا چہرہ دروغ گو کا چہرہ نہیں- (صحیح بخاری)

صلح حدیبیہ کی مدت میں ہرقل روم نے ابوسفیان (جو اب تک مسلمان نہیں تھے) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت پوچھا- کیا دعویٰ نبوت سے پہلے تمہیں ان پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا- ابوسفیان نے جواب دیا نہیں-

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوجہل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتا تھا۔ " ہم نہ تو آپ کی تکذیب کرتے ہیں نہ آپ کو دروغ گو جانتے ہیں اور نہ آپ ہم سے جھوٹ بولتے ہیں (لیکن ہم اسے جھٹلاتے ہیں۔ جو دین کی باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آتے ہیں) (۱۰۵ مدارج النبوۃ)

امین کہتے ہیں۔ امانت دار۔ تو اس سلسلہ میں خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم میں یقیناً" آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں (مدارج النبوۃ) اس کا ایمان نہیں جس میں امانت نہیں۔ اور نہ ہی اس شخص میں دین ہے جس میں عہد و پیماں نہیں۔ ہجرت کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیچھے چھوڑنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ تمام لوگوں کو امانتیں واپس کر کے مدینہ آویں۔ (مدارج النبوۃ)

تدبر و استقلال :۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "مسلمانو! اپنے دلوں کو سوچنے کی عادت ڈالو۔ اور خدا کی نعمتوں پر غور کیا کرو۔ مگر خدا کی ہستی پر غور نہ کرنا۔ (ابوالشیخ فی العظمۃ)

حضرت ابو عمرۃ سفیان بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھ کو اسلام کے بارے میں ایسی بات بتا دیجئے کہ میں پھر کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہو۔ **امنت باللہ ثم استقم۔** (میں ایمان لایا اللہ پر اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔" (مسلم)

جنگ بدر میں جو کفر جنگی قیدی بنے ان کی قسمت کا فیصلہ کرتے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق مالدار اسیروں کو فدیہ دے کر اور نادار قیدیوں کو اس شرط پر کہ وہ مسلمانوں کے دس دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ رہا فرمایا۔ اس مدبرانہ فیصلہ سے نہ صرف مسلمانوں کی مالی امداد کا سامان ہو گیا۔ بلکہ آئندہ کافروں کے لئے اسلام لانے کا سبب بن گیا۔ اور مسلم بچوں کو تعلیم کا فائدہ بھی ہوا۔

ذکر الٰہی :۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ بندوں میں سب سے افضل اور قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے مقرب کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جو مرد اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں اور جو عورتیں اللہ کا ذکر کرنے والی ہیں۔ (حیوۃ المسلمین۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔ کون سا عمل اللہ پاک کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس حالت میں موت آئے کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ (حصن حصین۔ ابن حبان)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے پہلے بھی ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور غار حرا میں جا کر مہینوں قیام اور مراقبہ کرتے تھے اور قفس تنہائی میں اللہ کی تکرار کرتے تھے۔

اس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی قریب نہ تھا۔ رکانہ عرب کا مشہور اور بہادر پہلوان تھا۔ وہ کہتا تھا کہ آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں اسلام قبول کر لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تین دفعہ پچھاڑا۔ اکثر گھوڑ دوڑ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے کرائی جاتی تھی۔ لمبی دوڑ پانچ یا چھ میل کی اور ہلکی دوڑ ایک میل کی ہوتی تھی۔

مساوات :۔ نور رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا۔ اللہ کی خاطر دو دو آدمی بھائی بھائی بن جاؤ ۔(مہاجر و انصار کی اخوت) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ نہ ان پر ظلم کرے۔ اور نہ بے یارومددگار چھوڑے جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا۔ اللہ اس کی حاجت پوری کرے گی۔ اور جو مسلمان کی تکلیف دور کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی تکلیف دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ پاک اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

کفار مکہ سے جنگ کے لئے مسلمان جب میدان بدر کی طرف روانہ ہونے لگے تو ان کے پاس سواری کے لئے اونٹ کم اور آدمی زیادہ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین تین آدمیوں کے لئے ایک اونٹ مقرر کیا اور فرمایا۔ ایک اونٹ پر دو آدمی سوار ہوں اور تیسرا پیدل چلے۔ پھر دو سواروں میں سے ایک اتر کر پیدل چلے اور پیدل چلنے والا اس کی جگہ سوار ہو۔ پھر تیسرا پیدل۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اپنی باری سے اونٹ پر سوار ہوتے اور باری سے پیدل چلتے تھے۔ یہ سفر اس بات کا عملی سبق ہے کہ سب اسلام میں برابر ہیں۔

ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے کھانا پکانے کا انتظام کیا۔ ہر صحابی نے اپنے ذمہ کام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگل سے لکڑیاں لے کر آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرنے کا حکم فرمایا جیسا خود کے لئے چاہتے ہو۔ ان کو ہر کام میں شریک حال ٹھہراؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو مساوی درجہ دیا اور ان کے حقوق کا پاس رکھا۔

خشیت الٰہیہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے خوف سے اتنا روتے کہ روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ جب کبھی زور سے ہوا چلتی تھی۔ یا آندھی آتی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم جاتے اور سب کام چھوڑ کر قبلہ رخ ہو کر بیٹھتے تھے۔ فرماتے ! اے اللہ میں تیری بھیجی ہوئی مصیبت سے پناہ مانگتا ہوں۔ جب آسمان صاف ہو جاتا اور پانی برس جاتا تو آپ خوش ہوتے اور خدا کا شکر ادا کرتے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ نے فرمایا کہ جہاں بھی تم ہو۔ اللہ سے ڈرو اور برائی کے بعد نیکی کرو۔ جو اس برائی کو مٹا دے گی۔ اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

عبداللہ بن شیخر بیان فرماتے ہیں کہ آپ برابر مغموم رہتے تھے۔ کسی وقت آپ کو چین نہ تھا۔ (یہ کیفیت فکر آخرت سے بنتی تھی) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن بھر میں ستر یا سو بار استغفار فرماتے تھے (میں کہتا ہوں کہ یا تو یہ امت کو تعلیم دینے کے لئے تھا۔ یا اس سے امت کی مغفرت طلب کرنا مقصود تھا) (نشر الطیب)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رات نماز میں کھڑے رہے اور قرآن کی ایک آیت ہی بار بار پڑھتے رہے۔ (مشکوۃ بحوالہ احمد و ابوداؤد' کتاب اللباس' باب الرجل)

عدل و انصاف :۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غصے کی حالت میں کوئی آدمی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھک گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی سوکھی شاخ سے جو آپ کے دست مبارک میں تھی اسے ٹھوکا دیا۔ جس سے اس کے منہ پر خراش آگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے معاف کر دیا۔ (شمائل ترمذی)

خوش اخلاقی :۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کو مسکرا کر دیکھنا بھی صدقہ ہے (ترمذی)

جو چیزیں قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں رکھی جائیں گی ان میں سب سے وزنی چیز حسن اخلاق ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں تھا۔ خواہ کوئی صحابی بلاتا یا گھر کا شخص۔ نبی اکرم اس کے جواب میں لبیک (حاضر جناب) ہی فرمایا کرتے۔ (زادالمعاد)

مختصر یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطابق آپ کا اخلاق قرآن عظیم تھا۔ آپ ہر شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ مسکرا کر ملاقات فرماتے۔ اس خوش اخلاقی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک زمانے کے دلوں کو فتح پایا۔

جو دلوں کو فتح کرے وہی فاتحہ زمانہ

محنت و وقار :۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی آدمی رسی لے کر جنگل کو چلا جائے۔ اور لکڑیوں کا گٹھا باندھ لائے۔ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کے پاس جا کر سوال کرے، اور وہ دے یا نہ دے (مالک)

غزوہ خندق کے لئے خندق کی کھدائی کے دوران جو چٹان کسی سے نہ ٹوٹ سکی۔ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے بازوئے قوت سے پاش پاش کر دی اور آپ اس وقت فاقے کی اس حالت میں تھے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ کو دو اوصاف بہت پسند ہیں۔ بردباری اور وقار۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت ہی وقار کے ساتھ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملوں کو گننا چاہے تو گن سکتا ہے۔

(شفا شریف۔ جلد ا ص ۸۱ ۔ ۸۰ اور بخاری جلد ا ص ۵۰۳)

صلح پسندی :۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے وہ جھوٹا نہیں اور وہ اچھی بات کہتا ہے اور بھلائی پہنچاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح پسندی کو بہت ہی پسند فرمایا۔ حرب فجار، حلف الفضول، صلح حدیبیہ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرکے سرانجام دیئے۔

لیڈر شپ :۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب ذمہ دار ہو اپنی رعیت کے بارے میں پوچھے جاؤ گے۔ (بخاری و مسلم)

سید القوم خادمهم۔ قوم کا سردار وہ ہے جو ان کی خدمت کرے۔

صحرا عرب کے غیر ترقی یافتہ، بے علم، بت پرست، بے اصول معاشرہ میں جنم لے کر وہ خاموش اور امن پسند شخصیت اپنے جواہر قیادت سے افصح العرب خطیب۔ بے مثل کلیم۔ لاجواب مصلح اخلاق۔ حیرت انگیز ماہر سیاست، زبردست قانون دان، اعلیٰ درجہ کا مصنف اور بے نظیر سپہ سالار بن کر ابھری۔ یہ صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ہی تھی۔

طائف اور حنین کے بعد انصار کے کچھ نوجوانوں کو نومسلم اصحاب کو مال غنیمت میں سے زیادہ حصہ ملنے پر اعتراض ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ایک جملے سے ان کو مطمئن فرمایا۔ اے گروہ انصار! کیا تم یہ

باقی صفحہ نمبر ۳۷ پر

مقصدِ حیات

مولانا محمد اکرم اعوان

تیری ذات کریم حیات ہے
تیرا عشق حیات آفریں
تیری ایک نظر کی بات ہے
تیری بات حیات آفریں
رہا جسم گو حیات بھی
نہ حیات ہے نابقاء ہے یہ
ملے روح کو جو یہ زندگی
تو یہ بات حیات آفریں
اک تیرے در کی یہ بات ہے
کہ وہ چشمہ حیات ہے
بٹے زندگی وہاں دن کو بھی
وہاں رات' حیات آفریں
تیرے راستوں میں حیات ہے
تیرے واسطوں میں حیات ہے
تیرا لفظ لفظ ہے زندگی
ہر بات حیات آفریں
کبھی خود حیات سے دور تھے
دل و چشم سب بے نور تھے
تیرے در پہ جو بھی آ گئے
وہی ذات حیات آفریں
نہ کہیں جہاں میں بہار ہے
نہ کسی بھی دل کو قرار ہے
یہ سبھی تیری خیرات ہے
یہ خیرات حیات آفریں
ہے یہ کار جہاں دراز تر
میری زندگی بڑی مختصر
ملے در پہ تیرے لمحہ بھر
تو ہے بات حیات آفریں
تیری بارگاہ عظیم تر
کھڑا ہے جہاں امید پر
ہو فقیر پر بھی تو ایک نظر
بنے بات حیات آفریں

انسان کے مقصد حیات کی اللہ جل شانہ کی ساری صنعت میں یہ بات بنیادی طور پر رکھ دی گئی ہے کہ جتنی مخلوق اللہ نے پیدا فرمائی ہے کسی نا کسی طرح انسان کے ساتھ اس کا تعلق ہے وہ آسمانی مخلوق ہے فرشتے ہیں یا سیارے ستارے چاند وغیرہ وہ چیزیں ہیں یا ہوائیں گیسیں مختلف چیزیں ہیں یا زمین کی معدنیات یا اس کی زرخیزیاں یا مختلف کرے جو انجم سماوی میں ہیں انہی چیزوں کا اگر آپ تجزیہ کریں تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ہر چیز کی توجہ کا اثر جو ہے زمین پہ زمینی حیات پہ جمادات و نباتات پہ' کسی نا کسی انداز سے پڑتا ہے ساری تگ و تاز یا روئیدگی یا

اس میں حیات وہ بلا واسطہ یا براہ راست انسان کے تصرف میں ہے اور اس کی حیات کا مدار ہے یہ ساری چیزیں جو ہیں ان میں آپ Accuracy کہہ لیں ان کے کام کرنے کا جو انداز ہے وہ اتنا صحیح ہے کہ اس میں لمحات کی تاخیر ہے نہ اس میں تدبیر یعنی جس قطرہ آب کو جب بھاپ بننا ہے تب ہی بنے گا جتنا عرصہ بادل کی صورت میں رہنا ہے اتنا ہی رہے گا جہاں اس نے برسنا ہے وہ قطرہ وہیں ٹپے گا۔ اس نظام میں اس قدر درستگی پختگی اور اس کی صحت ایسی ہے کہ صرف خدا کو سزاوار ہے کہ کسی کو اتنی صحت Accuracy عطا کرے۔ اگر بارش کے قطرات منتشر ہو جائیں بارش کے اوقات کی ترتیب غلط ہو جائے اگر ہواؤں کی روش یا سورج کی تپش میں کمی بیشی ہو جائے تو یہ جہاں پل بھر بھی قائم نہیں رہ سکتا ہر چیز تہس نہس ہو جائے۔ ہوا زندگی کا مدار ہے قوم عاد پر تھوڑی سی Disterbance کر دی گئی ہوا وہی تھی جسے آپ اس کا درست نظام کہتے ہیں رب جلیل نے اس میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی تو اس نے ہر چیز تہس نہس کر دی۔ پانی وہی تھا آسمانوں میں بادلوں میں جو ہر وقت موجود تھا رب جلیل نے حضرت نوحؑ کے زمانے میں آسمانوں سے پانی کے دروازے کھول دیئے **و جعلنا من الماء کل شی حی** زندگی کا جو بنیادی سبب ہے وہ موت کا سبب بن گیا یہ اس بات پہ دلیل ہے کہ اس نظام کی صحت کو قائم رکھنے والا قادر و قیوم ہے اور اس نے اپنی پسند سے قائم رکھا ہوا ہے اگر کہیں تھوڑی سی بھی ڈسٹربنس آتی یا قبضہ قدرت باری سے ذرا سی بھی چیزیں باہر ہوتیں تو یہ جہان نہیں چل سکتا تھا اب اس کائنات میں جتنی یہ مخلوق جتنے صحیح اندازے سے کام کر رہی ہے عجیب بات یہ ہے کہ ساری مخلوق حکم کی پابند ہے حاکم سے واقف نہیں ہے اور نا ساری مخلوق میں یہ جرات ہے کہ حکم سن کر نگاہ اوپر کر لے یہ جرات نہ فرشتے میں ہے نہ جن میں ہے نہ کسی دوسری مخلوق میں ہر ایک حکم کی پابند ہے حاکم کی ذات کیسی ہے یہ جرات کسی مخلوق میں نہیں اسی کو معرفت کہتے ہیں اللہ کیسا ہے؟ اللہ کہاں ہے؟ یہ جو سوال ہے اگر اسی کا جواب مل جائے تو اسے معرفت کہتے ہیں اور معرفت کی بنیاد ہے نور نبوت۔ نبوت صرف بنی آدم کو عطا ہوئی لحاظ ساری مخلوق میں سے بنی نوع انسان میں یہ استعداد ہے کہ حکم کی اطاعت بھی کرے اور حاکم کو پہچان کر بھی کر لے باقی کسی مخلوق میں نہیں مصیبت یہ ہے کہ انسان دنیا میں قدم رکھتا ہے تو جنتی قسم کی نعمتیں رب جلیل نے پیدا فرمائیں ہیں انسان کے لئے ان میں سے کوئی بھی غیر ضروری نہیں ہیں انسان کے مزاج میں اس کے بدن میں ان سب کی ضرورتیں موجود ہیں۔ ہر بندے کو چاہئے کہ سورج طلوع ہو ہر فرد و بشر کو چاہئے کہ ہوا چلے ہر ایک فرد و بشر کو چاہئے کہ اسے پانی ملے اسی طرح سے زندگی کی باقی ضرویات ہیں لباس ہے غذائیں ہیں دوائیں ہیں زندگی کے سازو سامان ہیں یہ ساری چیزیں ہر بندے کی ضرورت ہے اور انسانی مزاج ایسا ہے کہ اسے جس طرح کی ضرورتیں ملتی ہیں وہ انہیں پر حیات بسر کر لیتا ہے۔ کتاب الاخلاق میں ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ کسی بادشاہ نے کسی جھروکے سے دیکھا ایک شخص زمین پر لیٹا ہوا تھا جس پر بہت پتھر تھے یا بجری پھیلائی گئی تھی جس طرح سڑک کنارے لوگ رکھ دیتے ہیں اور اس پر وہ نیند کے مزے لے رہا تھا تو اس نے کہا عجیب بات ہے ایک انسان کو اس طرح کے پتھروں کے اوپر نیند آ جاتی ہے میں نے بھی کئی دفعہ دیکھا ہے ایک دفعہ ناران سے واپس آ رہے تھے رات ہو گئی کاغان کی وادی میں آگے سڑک بند ہو گئی راستے میں سڑک پر بڑی ٹوٹی ہوئی موٹی بجری کے ڈھیر تھے اس پر چرواہے اپنی چادر سر کے نیچے رکھ کر سو رہے تھے تو اسے بڑی حیرت ہوئی ہمیں نرم بستروں پر نیند نہیں آتی تو اسے بتایا گیا کہ یہ تو انسانی مزاج ہے آپ اسے کچھ دیر آرام میں رکھ کر دیکھیں اسی بندے کو محل میں مہمان خانے میں کمرہ دے دیا عمدہ لباس سال ڈیڑھ سال گذر گئے تو اس کے بستر کے نیچے دو چار بنولے کے دانے کسی نے بکھیر دیئے حالانکہ نیچے نرم گدا بھی تھا۔ اسے ساری رات نیند نہ آئی

اس نے صبح شکایت کی کہ میرے بستر میں کوئی چیز چبھتی تھی تو انہوں نے کہا یہ دیکھو یہ وہ بندہ ہے یعنی یہ انسانی مزاج ہے کہ جتنی جتنی نعمتیں ملتی جائیں اس کا عادی کر کے اپنے آپ کو پھر اگلے کے لئے بھاگنا شروع کر دیتا ہے سائیکل ہے تو وہ موٹر سائیکل کے لئے سوچتا رہے گا موٹر سائیکل مل گئی تو وہ رکے گا نہیں پھر وہ گاڑی کے لئے بھاگنا شروع کر دے گا پھر گاڑی ہے تو اس سے اچھی کے لئے تو یہ انسانی مزاج ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے بندے کو حق حاصل ہے کہ وہ جائز وسائل سے جدوجہد کرے اللہ کی نعمتوں کو حاصل کرے ان نعمتوں کو برتے اور اللہ کا شکر ادا کرے لیکن یہ مصیبت اس وقت بن جاتی ہے جب انسان ان سب چیزوں کے پیچھے تو لگ جاتا ہے چیزیں دینے والے کو بھول کر۔ مصیبت اس وقت بنتی ہے جب صرف دولت غرض بن جائے اور منعم حقیقی بھول جائے جب غرض موٹر گاڑیاں رہ جائیں اور موٹر گاڑیاں عطا کرنے والا بھول جائے یہ لباس یہ دولت غرض بن جائے اور یہ ساری نعمتیں دینے والا بھول جائے ان ساری چیزوں میں کھو جانا اور اللہ کو بھول جانا قرآن کی اصطلاح میں یہ موت ہے ان ساری چیزوں کو دیکھنا اور عظمت باری کو نہ دیکھنا قرآن اسے اندھا پن کہتا ہے ان ساری چیزوں کے حصول کے مشورے سننا اور عظمت الٰہی کی بات نہ سننا قرآن اسے بہرا پن کہتا ہے ان ساری چیزوں کے حصول کے ذرائع پہ بحث مباحثہ کرنا اور اللہ کی عظمت بیان نہ کرنا قرآن اسے گونگا پن کہتا ہے **صم بکم عمی** گونگے بہرے اندھے **فھم لا یومنون** یہ کیا مانیں گے سنیں گے سمجھیں گے یا بات کریں گے ان میں تو یہ استعداد ہی ختم ہو گئی۔ یعنی بندہ جب کلی طور پر ان چیزوں میں محو ہو جاتا ہے منعم حقیقی کو بھول جاتا ہے۔ اس کی بنیاد اس چیز پر پڑتی ہے جب ہم حصول رزق یا حصول دنیا کی خاطر اللہ کے بتائے ہوئے جائز وسائل سے تجاویز کرتے ہیں تو یہ بنیاد بنتی ہے کہ اب ہم اللہ کو بھول رہے ہیں اور اگر عظمت باری ذہن میں ہو اور یہ پتہ ہو کہ وہ میرا مالک ہے وہ میرا خالق ہے وہ ہر وقت میرے ساتھ میری بات سن رہا ہے میری ضرورتیں پوری کرنا اس نے اپنے ذمے لے رکھا ہے اگر کسی بات پر میرے لئے تنگی آ گئی ہے تو اس کا مطلب ہے اس وقت میرے لئے تنگی ہی مفید ہے اگر مجھ پر بیماری آ گئی ہے بیماری کا علاج کرنا درست' بیماری کے لئے صحت کی دعا مانگنا درست لیکن شکوہ درست نہیں اس لئے کہ جس نے بیماری بھیجی ہے وہ جانتا ہے اس کا اس لمحے بیمار رہنا ہی بہتر ہے یعنی اگر یہ نعمت اسی اندازے سے نصیب ہو اس جہان کا سارا کام عبادت بن جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد کہ مومن کی دنیا بھی دین ہے رزق حلال کے لئے جائز وسائل اختیار کرتا ہے بیماری کے لئے جائز و سائل اختیار کرتا ہے تو اس کا دل جذبات تشکر سے لبریز ہو جاتا ہے کہ یہ تیری عطا ہے کہ مجھے رزق کے وسائل ڈھونڈنے کی ہمت عطا ہوئی مجھے اچھا رزق عطا فرمایا مجھے صحت عطا کر دی یہ تیرا کرم ہے کہ مجھے بیماری میں صبر عطا کیا تو یہ سارے جذبات مل کر اسے مقصد حیات کی طرف لے جاتے ہیں جس کے لئے وہ پیدا ہوا یہ ساری چیزیں تو ہمیں نظر آتی ہیں اور ان کا ذائقہ یا لذت جو ہے وہ مادی ہے مادی لذت کی استعداد تو ہر بندے میں موجود ہے تو کوئی جیسا بھی ہے کوئی مومن ہے کافر ہے نیک ہے بدکار ہے پانی پیئے اس کی لذت محسوس کرتا ہے بھوکا ہو کھانا کھائے یا لذیذ کھانا ملے عام کی نسبت یا چھا لباس میل عام کی نسبت تو اس میں جو کیفیت یا لذت یا ایک جو راحت ہوتی ہے یہ ساری مادی چیزیں ہیں عقل سلامت ہو تو ان لذات کو تو وہ محسوس کرتا ہے لیکن یہ لذت یہ چیزیں دینے والا کون ہے یہ فکر تو انسان کی تخلیق میں اللہ نے پیدا کر دی انسان فطری استعداد لے کر پیدا ہوتا ہے انسانی فطری استعداد یہ ہے کہ اس کے اندر ایک خانہ ہے جس میں وہ چاہتا ہے مجھے نعمتیں ملیں کوئی دینے والا بھی تو ہو۔ مجھ پر تکلیف آئے کوئی میرا سہارا میرا مددگار ہو اب اس خانے میں ہم کبھی کسی رئیس کا نام لکھ لیتے ہیں اپنی کم ہستی سے کسی بادشاہ امیر یا کسی صاحب اقتدار یا کسی وڈیرے

کا نام لکھ لیتے ہیں کسی ملازمت نوکری تجارت کاروبار کو اس جگہ رکھ لیتے ہیں کوئی گمراہ ہو گیا اس نے کسی بت کو کسی جن کو کسی فرضی نام کو کسی عقیدے نظریئے کو اس خانے میں رکھ لیا جو نام اس خانے میں آ گیا وہ پوری زندگی کا محور بن جاتا ہے اس کے گرد زندگی گھومتی رہتی ہے اگر وہ سمجھے مجھے یہ ساری نعمتیں میری سیاست کے طفیل مل رہی ہیں آپ نے دیکھا نہیں لوگوں نے بیس بیس برس جیلیں کاٹیں اور ان بیس برسوں میں انہیں نماز نصیب نہیں ہوئی اللہ کی یاد نصیب نہیں ہوئی توبہ نصیب نہیں ہوئی اس میں بھی اندر سے بڑھکیں لگاتے رہے کل کے جو قیدی تھے ان کا حال دیکھ لو اور آج کے جو ہنگامے میں ان کا حال دیکھ لو روز اخبار بھرے ہوتے ہیں اس خانے میں انہوں نے لکھ لیا ہے کہ ہمارا اقتدار ہماری بقاء ہماری شہرت ہماری دولت ہمارا سب کچھ سیاست سے ہے اب وہ مرکزی نقطہ بن گیا ہے اس کے لئے وہ جان دے دیں گے۔ مر جائیں گے پھانسی لگ جائیں گے جیل کاٹیں گے وہ ایک ایسا نقطہ ہے جسے وہ چھوڑ نہیں سکتے باقی چیزیں چھوٹتی رہیں گی بھوک پیاس برداشت کر لیں گے ذلت و رسوائی برداشت کر لیں گے۔ لیکن اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ اسی طرح سے انسان بھٹکتا ہے اس میں وہ شعور نہیں ہوتا چونکہ معرفت کی بنیاد نور نبوت ہے تو جب اس انسان کا تعلق اس نور سے یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے بنتا ہے اس کے دل میں ایک دروازہ یا ایک کھڑکی کھلتی ہے کہ نہیں، نہیں میری زندگی کا محور سیاست نہیں ہے بلکہ مجھے سیاسی مقام دینے والا بھی کوئی اور ہے یہ تجارت یہ کاروبار یہ میری زندگی کا محور نہیں ہے بلکہ مجھے یہ کاروبار دینے والے کوئی اور ہے یہ کھڑکی تب کھلتی ہے جب نور بصیرت عطا ہو بندے کا رابطہ یا ایمان اللہ کے نبی ﷺ سے استوار ہو پھر اس کی نگاہ پڑتی ہے کہ نہیں میں کہاں بھٹک رہا تھا یہ تو بات دوسری بن گئی اور یوں وہ اپنی منزل پاتا ہے یہ کام بندے کے ذمے ہے کہ جب اس خانے میں نام لکھنے لگے تو اسے اللہ نے شعور دیا ہے عقل

دی ہے خوب تجزیہ کر کے تلاش کر کے پرکھے اب اس میں آپ ان لوگوں کو نہ لیجئے جو ایسے زمانوں میں آئے جب کوئی نبی یا نبی کی تعلیمات نہیں تھیں یا ان علاقوں میں رہے جہاں زندگی بھر کبھی نبوت کا پیغام ان تک نہیں پہنچا تو وہ کیا کریں فرمایا اگر وہ اس شمس و قمر کو اس نظام کو سمجھ کر اس کائنات کو سمجھ کر کہ ان کا بنانے والا کوئی ہے اس جیسا کوئی دوسرا نہیں اس نظام میں کوئی خلل نہیں آتا میرا مالک بھی وہی ہے تو ان کا اسلام مجھے اتنا ہی قبول ہے اور اسی اسلام پر میں انہیں نجات عطا کر دوں گا یعنی یہ انسانی فکر کا خاصہ ہے اس خانے میں جس میں وہ اپنے لئے کسی پر قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ ایک آدمی سمجھتا ہے میری ساری بقاء میرے تجارتی منصوبوں میں ہے وہ مر جائے گا اپنی تجارت میں حرف نہیں آنے دے گا اسے ہارٹ اٹیک ہو گا تو اسی کارخانے میں مرے گا بستر مرگ پر پڑا ہو گا تو پوچھے گا بھئی کیا کیا؟ وہ کام کیا؟ اس ملازم کا کیا کیا؟ اسے تنخواہ دی یا نہیں؟ فلاں مال بکایا نہیں؟ یعنی اس نے اس خانے میں اپنی بقاء اپنی آبرو اپنی انسانیت اپنی عزت اپنی راحتوں کے دینے والا اس نے اپنے کاروبار کو سمجھا۔ مولانا لاہوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کا رب اس کے کان بن گیا کسی کی نوکری بن گئی اللہ کو بھول گئے اور لوگوں نے اپنے اپنے رب بنا لئے یہ جو بتوں کی پوجا ہے اس سے جان جلدی چھوٹ جاتی ہے اور یہ جو رب کے خانے میں ہم خود تجویز کر کے جو نام لکھ دیتے ہیں اس سے جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے یہ ایسا عجیب حال ہے کہ بظاہر بندہ بعض اوقات کلمہ بھی پڑھتا رہتا ہے تلاوت بھی کرتا رہتا ہے وہ اعتماد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کی تعلیمات پہ نہیں ہوتا جو اس پہ ہوتا ہے جو نام خود اس نے اپنے خانے میں لکھ رکھا ہوتا ہے زندگی اس کے گرد گھومتی رہتی ہے اور رسم" عبادتیں بھی کرتا رہتا ہے یہ سب سے انتہائی خطرناک صورتحال ہو گئی اس صورتحال میں بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ جو اللہ کریم نے بتا دیا کہ بھاگو اللہ کی طرف یعنی معرفت اللہ جس ذریعے سے حاصل

ہوتی ہے اس پر سب سے زیادہ محنت کرو اور وہ ذریعہ واحد ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر اعتماد۔ محض ہمیں اعتماد الا اللہ عطا کرتا ہے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو دوسروں سے زیادہ مجاہدہ کرو دوڑ لگاؤ یہ منزل بہت بڑی ہے گنتی کے سانس ہیں جن سانسوں میں تم نے سارا نظام جہان بنانا ہے بیویاں بچے پالنے ہیں گھر بار آباد کرنا ہے محنت مزدوری کرنا ہے کھانا پینا ہے سونا جاگنا ہے زندگی تو گنے ہوئے دنوں کا نام ہے اور اس کے ساتھ اتنی آلائشیں ہیں اور پھر تم ادھر گھسٹتے رہے اور کبھی کبھی چلتے رہے تو کب پہنچو گے تو فرمایا بھاگو قرآن کریم کا انداز دیکھو اللہ کریم نے جو الفاظ پسند فرمائے قرآن کریم نے جس انداز سے ارشاد فرمایا۔ فرمایا بھاگو یہ نہیں فرمایا کہ تم بیمار ہو آہستہ چلو تم بوڑھے ہو۔ تم بچے ہو فرمایا **ففرو** بھاگو بھاگنا کیا ہوتا ہے کہ ہر بندہ بھاگنے کے لئے اپنی ساری قوت صرف کر دیتا ہے بات یہ ہے کہ وہ کیفیات باطنی پانے میں اپنی ساری قوت صرف کر دو۔ داؤ پر لگا دو نبیؐ علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں **لکل شی صقالت و صقالت القلوب لذکر اللہ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** زنگ اتارنے کے لئے اس کی پالش ہوتی ہے دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے اب اس میں بندہ کہے جی فرصت نہیں ملتی سستی ہو گئی تو یہ باتیں ناقابل قبول ہیں اس میں تو ہے بھاگو زور لگاؤ جتنا لگا سکتے ہو قرآن کہتا ہے کہ کبھی بتقاضائے بشریت بھول جاؤ جب یاد آئے اللہ اللہ کرنا شروع کر دو کھڑے ہو چلتے ہو کھیت میں ہو بازار میں ہو جہاں ہو جس حال میں ہو **الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم۔**

کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں یہ ذکر الہٰی ایک رشتہ ہے۔ بندے اور رب کے درمیان پہچان رشتوں سے ہوتی ہے جنس کا رشتہ کوئی نہیں ذات کا رشتہ کوئی نہیں اوقات کا رشتہ کوئی نہیں حیات کا رشتہ کوئی نہیں کوئی نسبت ہی نہیں وہ خالق باقی سب مخلوق۔ پھر رشتہ کیا ہے؟ یہی رشتہ ہے کہ اس کے نام کو دہرایا جائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں **حتی یقولو انہ لمجنون** لوگ کہیں ہاں یہ پاگل ہو گیا ہے آپ فرماتے ہیں ذکر کا معیار یہ ہے کہ لوگ کہہ اٹھیں گے کہ آج یہ گیا کام سے۔ تو یہ جو دوڑ ہے اللہ کی طرف یہ ایک رشتہ استوار کرے گی جس سے عظمت باری بندے کے دل پہ منکشف ہو گی۔ جب وہ عبادت کے لئے کھڑا ہو گا تو اسے آشنا کرے گی ان کیفیات کے ساتھ وہ جب روزہ رکھے گا تو اسے روزے کی پیاس لذت دے گی ان کیفیات کے ساتھ جب بیمار پڑے گا تو بیماری کے اندر ایک لذت بھی ہو گی آپ نے دیکھا یہ سیاست دانوں ہی کی بات آ گئی یہ جیل جاتے ہیں تو بڑی بڑھکیں مارتے ہیں کہ سیاست دان کا کیریئر بنتا ہی جیل میں ہے کہ جب تک کوئی جیل میں نہ جائے کامیاب نہیں ہوتا ہر بندہ اسے نہیں جانتا جب جیل میں جاتا ہے تو اتنی بری بری خبریں بنتی ہیں شور اٹھتا ہے تو ہر بندہ اسے جاننے لگ جاتا ہے یعنی جب مقصد پہ نظر ہوتی ہے تو تکلیف راحت بن جاتی ہے ان کے لئے جیل میں جانا بھی ان کی خواہش بن جاتی ہے کہ کبھی میں جیل میں جاؤں اور میری یہ شہرت ہو اسی طرح کبھی بیماریاں بھی لذت دینے لگ جاتی ہیں جسے لوگ دکھ سمجھتے ہیں بندے کو اس میں راحت ملنے لگتی ہے یہ جو لوگ حیران ہوتے ہیں کہ بھئی کیسے وہ سولی پر چڑھ گیا اور وہ اپنی بات سے باز نہیں آیا انہیں کیا خبر کہ اسے سولی پہ چڑھنے میں کیا لذت ملی۔ کوئی بات تو تھی کوئی نشہ تو تھا کوئی کیفیت تو تھی کہ وہ سولی پہ جھوم گیا اور اپنی بات سے باز نہیں آیا تو کوئی بات تو تھی اگر منصور نے ان الحق کہہ دیا تو کیا ضرورت تھی اسے سولی پہ لٹکنے کی لیکن شاید اس کی اس کیفیت میں اس کی اس لذت میں جسے وہ بیان نہ کر سکا سمجھا نہ سکا اسے کہنا تو تھا میں نہیں ہوں اللہ ہی اللہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اسے اتنا بھی ہوش نہ رہا کہ میں اسے انا سے جدا کر دوں اور پھر حق حق کہوں وہ ساتھ انا بھی نہ چھوٹی مدہوشی میں اور اسے فرق نہیں پڑا کہ کوئی مجھے سولی پہ لٹکا رہا ہے یا کوئی میری لاش جلا رہا ہے اب اس لٹکنے میں بھی جو لذت اسے سولی پہ

ملی شاید اسے بادشاہ بنا دینے میں وہ لذت نہ ملتی تو یہ انداز اختیار فرماتا ہے قرآن حکیم کہ میاں تمہارے پاس جتنا بڑے سے بڑا قرب الٰہی کسی کو نصیب ہو سکتا ہے اور ساری محنت اس بات میں صرف کرو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اپناؤ اور یہ مت بھولو کہ آپ کا ظاہر بھی آپ کا ظاہر ہے یہ پوچھے جاتے ہیں سوال کہ داڑھی رکھنی ضروری ہے کہ نہیں یہ باتیں تب تک ہوتیں ہیں جب تک عظمت پیمبر سے واقفیت نہ ہو جب واقفیت ہوتی ہے آشنائی ہوتی ہے تو ہر ہر ادا کی الگ الگ لذت آنے لگتی ہے شرعاً" وہ واجب ہے یا نہیں دل کہتا ہے کہ اب اس کے بغیر مزا نہیں آتا ایک تو ہوتا ہے نا کہ کسی سے حکماً" کام کروایا جائے میں نے نہیں دیکھا حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے اور نا میرا یہ معمول رہا یہ ہم نے آج تک کسی کو نہیں کہا تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے لیکن چند دن بعد سب کے چہرے پہ اگ آتی ہے۔ وہ جو آشنائی ہوتی ہے نا وہ جو رشتہ استوار ہوتا ہے نا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ وہ دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی۔ پھر اسے کوئی پرواہ نہیں رہتی لوگ کیا کہیں گے کوئی کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے لوگوں کو چھوڑ میری بات ادھر بن رہی ہے یہ تو ضمناً" بات آگئی اسی طرح ہر کام میں اسے ایک چسکا لگ جاتا ہے کہ یہ کام میں سنت کے مطابق کروں اوقات نماز کی تلاش شروع ہو جاتی ہے ایک وقت ہوتا ہے کہ نمازیں بوجھ لگتی ہیں ایک وقت آتا ہے کہ جستجو ہو جاتی ہے یار اگلی نماز کا وقت کب ہو گا نماز کہاں پڑھیں گے وضو کیسے ہو گا پہلے تو بندہ سوچتا ہے جہاں جا رہے ہیں کوئی چائے کا کپ ملے گا سفر کتنا ہے چلیں گے کیسے؟ لیکن پھر اس میں ایک تبدیلی آ جاتی ہے جدھر کو نکل رہے ہیں وہاں کہیں پانی ملے گا وضو کر کے چلیں وقت نماز کا کس جگہ ہو جائے گا وہاں نماز پڑھنے کی جگہ ہے کہ نہیں کیوں بھئی ایسی کیا مصیبت آگئی لذت آشنائی اس میں آگئی یہ وہ کیفیت ہے جس کے بارے اللہ کریم حکم دے رہا ہے **ففروا الی اللہ** یہ لذت آشنائی حاصل کرو اور اس پر اپنی بہترین کوششیں صرف کر دو **و صادقو الا مغفرۃ من ربکم و جنۃ** اللہ کی طرف ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو یہ مقابلے کی دوڑ لگی ہوئی ہے آگے نکلنے کی کوشس کرو تو یہ چشمہ حیات آپ کی ذات ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی جو مشت غبار کو اللہ کی پہچان دے دیتا ہے کہ یہ بندہ رب کا طالب بن جاتا ہے وہ جو صرف اپنے روزگار کا طالب تھا وہ جو صرف کبھی اپنے اقتدار کا طالب تھا وہ جو صرف کبھی دولت کا طالب تھا وہ جو کبھی دنیوی لذتوں کا طالب تھا ساری چیزیں ضمنی ہو جاتیں ہیں اور طلب ہو جاتی ہے ذات باری کی پھر یہ ہوتا ہے کہ کبھی اسے اللہ کی اطاعت چھوڑنا پڑے اس کے مقابلے دنیوی راحت چھوڑنا پڑی وہ چھوڑ دیتا ہے اس کا دھیان اس طرح ہوتا ہے کہ کبھی اللہ سے رشتہ چھوڑنا پڑے۔ نہیں چھوڑتا۔ مقابلے میں موت کھڑی ہو گلے لگا لیتا ہے اسی کو تو شہید کہتے ہیں۔ یہ ساری محنتیں یہ سارے مجاہدے اس لئے نہیں ہیں کہ ہم فرشتے ہو گئے یا ہم بڑی چیز بن گئے نہیں یہ اس لئے ہیں کہ ہم پر ہمارا چھوٹا پن واضح ہو جائے ہمیں سمجھ آ جائے کہ اس کائنات بسیط میں میں تو ایک ذرہ ہوں اگر کمال ہے مجھ میں تو صرف وہ کہ معرفت حق ہے مجھ میں۔ دیا میرے پاس ہے اللہ نے عطا کیا ہے اب میں اسے کسی اور کے دروازے پر نہ لے جاؤں بلکہ اسے روشن کروں بارگاہ مصطفوی سے اللہ نے دل کا دیا میرے سینے میں رکھ دیا اب میں اس پر ظلمتیں نہ چڑھاؤں اس پر خاک نہ ڈالوں دنیا کی محبت کی اقتدار کی نفسانی خواہشات کی خاک اس پہ نہ ڈالوں اس میں طلب حق کا خالص ستھرا تیل ڈالوں اور نور نبوت سے اسے منور کرا لاؤں روشن کرا کے لاؤں کہ ایماندار کی تو یہ شناخت ہے کہ اس کے آگے آگے اس کا نور چلتا ہے دنیا میں بھی موت میں بھی دار آخرت میں بھی اور پل صراط پر بھی ہر ظلمت میں اس کے سینے کا نور اس کی رہنمائی اس کی دستگیری کرتا ہے کہ وہ نور حق ہوتا ہے یاد حق ہوتی ہے یاد الٰہی اور تجلیات باری

ضرورت اساتذہ

برائے صقارہ اکیڈمی دارالعرفان (منارہ) چکوال

(1) - ہائی سکول کا ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر - یا - 18 گریڈ کا ریٹائرڈ -
20 سالہ تدریسی تجربہ رکھنے والا -

(2) - ایم - اے عربی - ایم - اے - اسلامیات - درسی نظامی

(3) - ایم - ایس - سی - بیالوجی / باٹنی یا بی - ایس - سی

نوٹ :- سلسلہ عالیہ سے تعلق رکھنے والے کو ترجیح دی جائے گی -

ہوتیں ہیں اور یہ زندگی کا مقصد اور حاصل ہے تمام امور کے ساتھ۔ زندگی سے بیگانہ ہونے کا اللہ نے حکم نہیں دیا ترک حیات کا اور رہبانیت کا حکم نہیں دیا بلکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا **لا رہبانیات فی الاسلام۔** دنیا کو خوبصورت طریقے سے استعمال کرنا دنیا کو خوبصورت طریقے سے حاصل کرنا دنیا کو خوبصورت طریقے سے خرچ کرنا دنیا کو حسین اور سنوار کر رکھنا یہ بھی عبادت ہے **ولا تفسدو فی الارض** میری اس کارگاہ حیات میں خرابیاں نہ کرو۔ فساد مت مچاؤ ہر نافرمانی ہر عدم اطاعت عدم معرفت سب سے بڑی تباہی لاتا ہے تو فرمایا ان چیزوں سے نکلو معرفت حق حاصل کرو اطاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خود کو ڈھالو اور دنیا کو سنوارو جیسا صحابہ کبارؓ نے سنوارا تھا کہ اسلامی ریاست کے سائے میں غیر مسلموں کو بھی انصاف نصیب ہوا چہ جائیکہ مسلمان تاریخ میں کافر کو بھی اگر کبھی انصاف ملا ہے تو اسلام کے زیر نگیں آکر انہوں نے دنیا کو سنوارا دنیا کو برتا دنیا کو کمایا اور قرآن کہتا ہے **و تراھم**

رکعا و سجدہ لیکن تو انہیں جب دیکھ انہیں رکوع اور سجود ان کا دنیا کا کام بھی رکوع سجود شمار ہوا اس لئے کہ وہ اللہ کی معرفت اور اس احساس کے ساتھ تھا کہ میرا رب میرے ساتھ ہے مجھے دیکھ رہا ہے میرے پاس ہے اور میں یہ کام اس کی رضامندی کے لئے اس کے حکم کے مطابق اور اس کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کے مطابق کر رہا ہوں تو دنیا بھی دین بن گئی۔ مقصد حیات نتھر کر سامنے آجاتا ہے کہ ہمیں فنا کرنا ہے مرضیات باری میں' رضائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی انا کو اپنی ذات کو اپنے مشوروں کو تب جا کر بات بنے گی اللہ کرے یہ ساری تگ و تاز اپنے لئے خاص فرمائے اور ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پہ زندہ رکھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں موت نصیب فرمائے اور قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان نصیب فرمائے اور حشر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

اسلامی ریاست کی بنیاد

مولانا محمد اکرم اعوان

اسلام کو اللہ جل شانہ نے جو ریاست عطا فرمائی نبی علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے اور مدینہ ریاست اسلامی کی بنیاد بن گیا تو اردگرد کے لوگ بادہ نشین بدو دیہاتی عام لوگ جن کے امور وابستہ ہوتے ہیں ہمیشہ اقتدار کے ساتھ محتاج ہوتے ہیں حکمرانوں کے وہ بھی جوق در جوق حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا جی ہم بھی ایمان لائے۔ ارشاد ہوا **قالت الاعراب امنا۔** یہ بادہ نشین۔ یہ بدو۔ یہ دیہاتی یہ عام آدمی یہ عام شہری کہتا ہے میں مومن ہوں اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں **لم تومنو۔** اے میرے حبیب ان سے کہہ دو تم ایمان نہیں لائے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اللہ فرماتا ہے اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تم ان سے کہہ دو تم ایمان نہیں لائے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہو۔ **ولکن قونو اسلمنا۔** یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے آپ ﷺ کا اقتدار اعلیٰ مان لیا۔ یہاں اس **اسلمنا** سے مراد اسلام نہیں ہے تعلیم کرنا مراد ہے کہ آپ ﷺ کی حکومت آپ ؐ کی شان شوکت مرتبہ و عزت ریاست اسلامی کو ہم نے قبول کر لیا۔ اور بظاہر ہم ان شرائط کی پابندی کریں گے جن سے مسلمان رہنا ضروری ہے۔ یہ لوگ نمازیں بھی پڑھتے تھے یہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم واجبات ادا کریں گے اطاعت کریں گے زکوۃ دیں گے جو بھی حکم ہے بجا لائیں گے لیکن اس حد تک آمادہ تھے کہ جو احکام مجبوراً ماننا پڑ رہے ہیں وہ مانیں گے لیکن اسلام کے لئے کوئی قربانی دینی پڑ جائے پھر نہیں اصل بات یہی تھی اسلام کا معنی بھی وہی ہے جو ایمان کا ہے فرق یہ ہے کہ ایمان اس کیفیت کا نام ہے کہ جب اس کے دل میں یقین پیدا ہو اور وہ ایمان اتنا مضبوط ہو کہ اس کے اعضاء و جوارح کو اطاعت الٰہی پر لگا دے یہ ایمان ہے اسلام یہ ہے کہ کوئی اطاعت الٰہی شروع کرے اور اس مجاہدے سے کرے کہ اس کے طفیل اس کے دل میں نور ایمان پیدا ہو جائے یعنی اگر آپ باطن سے ظاہر کو چلیں تو یہ ایمان ہو گا اور اگر ظاہر سے باطن کو چلیں تو یہ اسلام ہو گا۔ ایک ہی کام کو کرنے کے دو انداز ہیں کچھ لوگ بات سن کر اتنی قوت سے قبول کرتے ہیں کہ ان کا ہر کام اس کے تابع ہو جاتا ہے اور وہ مومن ہیں اور کچھ لوگ اطاعت اختیار کرتے ہیں اور دل میں یقین کا وہ درجہ نہیں لیکن اطاعت کے طفیل انہیں نور ایمان نصیب ہو جاتا ہے یہ اسلام ہے یہاں **اسلمو** سے مراد نہ اسلام ہے نہ ایمان بلکہ تم یہ کہو کہ ہم نے آپ کی اطاعت کر لی امور دنیا کے لئے ہم نے تسلیم کر لیا کہ حکومت آپ ﷺ کی ہے جو آپ ﷺ نے کہا ہم تسلیم کریں گے۔ **و لما یدخل الایمان فی قلوبکم۔** ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ ایمان کیسے داخل ہوتا ہے بڑی سادہ سی بات

ہے ذات باری تعالیٰ واحدہ لا شریک بے مثل اور بے مثال اور لاثانی ہے اس کی حکومت اس کا اقتدار اس کا اختیار بے نظیر بے مثل اور لاثانی ہے ایمان اس کیفیت کا نام ہے جس میں اللہ کی عظمت آ جائے اور پھر اس کے مقابلے میں کسی چیز کی کوئی حقیقت کوئی محبت کوئی طلب کوئی خوف باقی نہ رہے یہ تو ہے ایمان۔ دل میں داخل ہو گیا اللہ واحدہ لاشریک ہے وہ واحدہ لا شریک دل میں ہی قیام فرماتا ہے اگر آپ کہیں کہ دل کے ایک کونے میں اللہ کریم بیٹھا رہے اور دوسرے کونے میں مال کی محبت بھی ہو عیش عشرت کی' اقتدار وقار کی' دنیا کی محبت بھی ہو تو اللہ کریم ایسی شراکت پسند نہیں فرماتا یعنی جن لوگوں نے نمازیں تو شروع کر لیں جن لوگوں نے زکوۃ دینے کا بھی اقرار کر لیا بارگاہ نبویؐ میں بھی حاضر ہو گئے مدینہ منورہ آ کر اطاعت کا بھی اقرار کر لیا۔ لیکن ان کے دل میں یہ بات تھی کہ یہ ہماری مجبوری ہے اگر اس کی اطاعت نہیں کریں گے یہ اسلامی ریاست ہے اس میں کیسے رہیں گے چھوڑو یار اس مذہب سے کیا ہوتا ہے۔ بتوں کی پوجا نہیں کریں گے ان کے ساتھ نماز پڑھیں گے اس لئے یہ کریں گے کہ ہمارا جان و مال بچ جائے ہمیں کوئی نقصان نہ ہو ہم پر کوئی مصیبت نہ آئے اگر اس نماز روزے کے لئے جان مال دینا پڑے تو پھر کیا فائدہ ہوا جان مال بچانے کے لئے تو نماز روزہ شروع کیا تھا اور اگر جان مال دینا پڑے تو اس کے لئے وہ تیار نہیں۔ تو رب جلیل نے فرمایا کہ یہ کہتے ہیں ہم ایمان نہیں لائے کیوں نہیں لائے **و لما یدخل الایمان فی قلوبکم۔** ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا وہاں دنیا کی محبت ہے مال کی محبت ہے نقصانات سے بچنے کے اندیشے ہیں یہ سارا تم کر رہے ہو تمہارے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا اور اللہ اتنا کریم ہے فرماتا ہے اگر تم نے نقل کر کے ہی تسلیم کر لیا دل سے نہیں مانا اس نقل پر ہی جم جاؤ یہیں سے کھرا پن اختیار کر لو توبہ کر کے خلوص سے اپنا لو۔ اسی کو قبول کر لے گا بلکہ وہ نمازیں جو تم نے نقل میں پڑھیں ہیں وہ بھی ضائع نہیں کرے گا فرمایا **و ان تطیعو اللہ و رسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیاء۔** ہاں اقرار خلوص دل سے کر لو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی تابعداری کا۔ تو جو نقلی نمازیں پڑھی ہیں میں وہ بھی ضائع نہیں کروں گا۔ صاحب مقات مشکوۃ شریف کی ایک حدیث کی شرح میں لکھا ہے **من تشبھا بقوم فھو منھم۔** کہ موسیٰ علی نبینا کی نقل کیا کرتا تھا کوئی مسخرہ انھی جیسا لباس انھی جیسا حلیہ بنا کر انھی کی طرح باتیں کرتا تھا اور فرعون کے درباریوں کو ہنساتا تھا فرعون اور اس کا سارا لشکر غرق ہوا موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ مسخرہ کنارے پر کھڑا تھا سارا لشکر تباہ ہو گیا فرمایا بارالہا یہ تو مجھے زیادہ تنگ کرتا تھا۔ اس پر تو میں زیادہ خفا ہوں تو اسے آپ نے چھوڑ دیا ارشاد ہوا کہ نقلی بنا ہوا تھا موسیٰ کی نقل کو فرعون کے ساتھ غرق کرنا غیرت باری نے گوارا نہیں کیا نقل سہی صرف حلیہ سہی لیکن حلیہ تو آپ کا ہے یہ نقلی موسیٰ بھی فرعون کے ساتھ غرق کرنا گوارا نہیں کیا۔ دین کے معاملے میں تو ہم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل بھی چھوٹ گئی دعویٰ ایمان تو بہت بڑی بات ہے جان و مال کی قربانی بہت دور کی بات ہے ہم تو لباس و حلئے سے بھی مغربی نظر آنا پسند کرتے ہیں اس میں احترام اور وقار سمجھتے ہیں اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام جیسا حلیہ بنایا جائے تو کہتے ہیں بیوقوف ہو گیا نکما ہو گیا ہے فضول آدمی ہے جس قوم کا یہ حال ہو وہ دعویٰ ایمان کہاں تک ثابت ہو گا جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا تھا ان لوگوں نے شاید نقلیں بھی بنا رکھی تھیں تو فرمایا اللہ ایسا کریم ہے تم اگر اس کی اطاعت کا عہد اب کر لو محمد رسولؐ سے عہد وفا اب پکا کر لو تو اللہ کریم تمہاری نقلی نمازوں کو بھی ان اعمال کو بھی جو اس حال میں تم کر چکے ہو انہیں بھی قبول فرما لے گا۔ **ان اللہ غفور الرحیم۔** اللہ ہی بخشنے والا ہے آخر گناہگاروں کو کون بخشے گا وہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور اگر وہی رحم نہیں کرے گا تو پھر کون سی ایسی ہستی ہے جو کسی پر رحم کر سکے خطا کاروں' گناہ گاروں' کمزوروں کے لئے

بھی اس کا دروازہ ہے لیکن خلوص دل سے مغفرت مانگو تو سہی اپنے دین کو سچا ثابت تو کرو ساری عمر نقل کرو اور نقل پر ہی مرجاؤ تو پھر تو بات نہیں بنے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے رمضان المبارک کا پہلا عشرہ رحمت الہٰی کا ہے شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کی جاتی ہے توبہ کرنے کے اسباب مہیا کئے جاتے ہیں پاکیزگی آ جاتی ہے فضاؤں میں طہارت آ جاتی ہے مزاجوں میں صحیح سوچنے کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے کہ بندے کا توبہ کرنے کو جی چاہنے لگے یہ رمضان کے پہلے عشرے کی خصوصیات ہیں اور یہ جو دوسرا عشرہ ہے یہ توبہ کرنے اور توبہ کی قبولیت کا عشرہ ہے اور **و خرہ اتکم من اللہ** اور آخری عشرہ دوزخ سے آزادی کے پروانے حاصل کرنے کا ہے ہر مانگنے والے کو مراد ملتی ہے لیکن میرے بھائی! توبہ کرنے کا بھی تو طریقہ ہے یہ آیہ کریم توبہ کا سلیقہ ہی سکھا رہی ہے لیکن اس دعویٰ پہ نہ رہ جاؤ کہ ہم نے کہہ دیا ہم مسلمان ہیں یہ بات نہیں بنے گی بلکہ کہا جائے گا **لم تومنو**۔ تم مسلمان نہیں ہو تم مومن نہیں ہو کیوں نہیں ہو کیونکہ تمہارے دل میں جان مال دنیا دنیاداری اپنا اقتدار وقار یہ بچا کر رکھنے کی آرزو تھی اسے بچا کر باقی اسلام میں تم متفق ہو۔ جیسے ہمارے ہاں بے شمار ایسے لوگ بھی آئے جو نیک تھے ایسے حکمران بھی ہوئے جو بڑے اچھے لوگ تھے نیک تھے لیکن انہوں نے اسلام نافذ نہیں کیا اس اندیشے میں کہ کہیں نفاذ اسلام میں ہمارا اقتدار ہی نہ جاتا رہے اتنے لوگ جو ہیں یا مغربی طاقتیں مخالف ہو جائیں یا کافر ملک مخالف ہو جائیں نمازیں پڑھتے رہے لوگوں کو کہتے رہے اسلام نافذ کرو لیکن خود اسلام نافذ نہیں کیا یہ ایمان نہیں ہے ایمان یہ ہے کہ دین رہے اور دین پر جو کچھ خرچ ہوتا ہے وہ ہوتا رہے دین بچ جائے اور کچھ بچے یا نا بچے جان لگ جاتی ہے لگ جائے مال لگتا ہے لگ جائے کوئی بھی قربانی ہو جائے مگر دین قربان نہ ہو جائے اور اگر دین دنیوی مفادات پر قربان ہو تو فرمایا اسلام' ایمان یہ نہیں ہے۔

اے میرے حبیبؐ ان سے کہہ دو **لم تومنو** میں یہ سمجھتا ہوں وہ لوگ خوش قسمت تھے انہیں نقد جواب دے دیا اللہ کریم نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی اسی وقت اور انہیں یہ بھی بتا دیا توبہ کا دروازہ کھلا ہے آ جاؤ ہم وہ لوگ ہیں جنہیں یہ جواب میدان حشر میں ملے گا ہمارے پاس آج تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم تشریف فرما نہیں ہیں میدان حشر میں کھڑے ہوں گے تو کہیں گے ہم مومن ہیں اب سوچ لو کہ تم مومن نہیں ہو اس وقت واپسی کا راستہ نہیں ہو گا توبہ کی مہلت نہیں ہوگی اس وقت توبہ کی اصلاح کی صورت نہیں ہو گی **لحاظہ** ہمارے لئے بہتر راستہ یہی ہے کہ ہم ان کے حال کو قیاس کر کے اپنے صورت کو دیکھیں۔ اس آئینے میں اور آج توبہ کا عہد کریں وہ جو جواب رب جلیل نے اپنے نبی علیہ اصلوۃ والسلام کی زبان پاک سے اور اپنی کتاب میں ہمیشہ کے لئے نازل فرما دی ہمیں اسی سے درس عبرت حاصل کرنا ہے۔ اپنا جائزہ لینا ہے کہ کیا میری پوری زندگی میں میری پوری محنت ہوتی ہے کہ بچوں کے لئے روزی کماؤں اور بچے اچھا کھائیں میرے بچے آزادی سے رہیں میرا خوبصورت گھر ہو کبھی میں نے یہ محنت بھی کی ہے کہ اس ملک پہ اللہ کا دین نافذ ہو کافرانہ نظام کا رخت سفر باندھا جائے ہم مسلمان ہیں ملک مسلمانوں کا ہے اسلام کے نام پر حاصل کیا ہے تو اس میں اسلام ہی کی حکومت بھی چجتی ہے کبھی اس کے لئے بھی محنت کی ہے یا اس ڈر سے کہ کہیں یہ دنیا کی لذتیں خراب نہ ہو جائیں خیر ہے نماز پڑھو چلو ہو گیا بس ہمیں اتنی مسلمانی کافی ہے اللہ کریم فرماتا ہے تم رکھو یہ اپنی نمازیں اپنے پاس اٹھا کر لے جاؤ اپنے سجدے تمہارے جائے نماز پر اٹھنے بیٹھنے سے کچھ نہیں سنور رہا یہ تم اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دو گے تو کچھ نہیں بگڑ جائے گا تم رہنے دو پھر فرماتا ہے ایماندار اور مومن ہیں کون؟ اگر یہ کہنے والے نہیں ہیں تو کون فرمایا **انما المومنون الذین امنو باللہ و رسولہ ثم لم یرتابو**۔ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق مانا اور

پھر چیخے چلائے کہ نہیں ہمیں اللہ کو اللہ مان کر مصیبت پڑ گئی کلمہ پڑھ کر پریشانیاں گلے پڑ گئیں یہ نبیؐ کو کیا مانا کہ ہمیں قربانیاں دینی پڑ گئیں روزے رکھو۔ جہاد پہ جاؤ بیٹے قربان کرو مال دو یہ تو مصیبت بن گئی ہمیں آرام تو نہیں ملا یہ نہیں سوچا انہوں نے پھر کام تو کر رہے ہو تو پھر رونا نہیں۔ فرمایا انہوں نے کلمہ پڑھا تو پھر چیخے نہیں کلمہ پڑھنے کا افسوس نہیں ہوا نبی ﷺ کو نبی ﷺ ماننے کی پریشانی نہیں ہوئی کہ ہم نہ آتے تو فائدے میں رہتے۔ اللہ پر ایمان لانے سے انہیں یہ نہیں ہوا کہ ہم نہ لڑتے تو فائدے میں رہتے نہیں انہیں پھر ماننا آ گیا کہ اب یہ جو کچھ ہے یہ ہے ہی اسی کا اس کے نام پر لٹ جائے تو اور چاہئے ہی کیا ہمارے پاس تو سارا ہی ادھار ہے سارے کا ہی حساب دینا ہے ایک حدیث علامہ ابن کثیرؒ نے نقل فرمائی ہے کہ جب قیامت قائم ہو گی کچھ لوگ ایسے بھی ہیں خدام نبوی ﷺ میں صحابہؓ کرام میں سے جب اٹھیں گے شہدا ہوں گے بدن کٹے پھٹے ہوں گے لباس خون آلود ہو گا اسلحہ پاس ہو گا اٹھ کر ادھر ادھر نہیں دیکھیں گے چونکہ **و ھو فتح الجنتہ غیر بعید۔** جنت سامنے ہو گی تو وہ اٹھ کر جنت کو تلوار کے دستے سے ٹھونکیں گے تو جنت کا ناظم فرشتہ رضوان جس کا نام ہے وہ عرض کرے گا حضور آپ قبر سے اٹھ کر ہمارا دروازہ توڑ رہے ہیں ابھی تو لوگوں کو میزان پہ جانا ہے حساب کتاب دینا ہے یہ ترازو لگا ہوا ہے ہر شے تولی جانچی جائے گی وہاں سے حکم ہو گا پھر تشریف لایئے گا تو نبیؐ کا ارشاد ہے کہ میرے وہ خادم کھڑے ہو جائیں گے دعا کریں گے بارالہا تو نے ہم پر بڑے احسان کئے بتوں کے پجاری تھے تو نے ہمیں نور ایمان عطا فرمایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم بنایا ہمارے حال پر رحم فرمایا جان دی اولاد دی گھر دیئے تیری دی ہوئی توفیق سے ہم نے وہ گھر تیرے راستے میں چھوڑ دیئے ہم نے اولادیں تیری راہ میں قربان کر دیں ہمارے مال تیرے راستے میں خرچ ہو گئے دیکھ جگر چھلنی ہو گئے ہم دنیا سے لائے کیا ہیں کہ تیرا فرشتہ حساب مانگتا ہے تیری نعمتیں ہمارے پاس بے حساب تھیں تو نے ہم پر کرم کیا اور وہ نعمتیں ہم سے قبول کر لیں اب اس فرشتے کو دیکھو یہ ہم سے حساب مانگتا ہے بارالہا۔ حکم ہو گا ان کے لئے جنت کے سارے دروازے کھول دیں یہ وہ لوگ نہیں جو حساب کر کے لائے جائیں گے یہ ان کی پسند ہے کہ یہ کس راستے سے جانا چاہتے ہیں یہ کہاں رہنا چاہتے ہیں اور کس مقام تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ مومن تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ کو قبول کیا رسالت پیغمبر پر یقین کیا اور پھر چیخے نہیں بچایا کچھ نہیں لرزے نہیں بلکہ **و جاھدو باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ۔** اپنی جان اور اپنا مال اللہ کی راہ میں لگا دیا اور جنہوں نے جان مال بچا کر اسلام رکھنا ہے فرمایا انہیں کہہ دیں کے میرے حبیبؐ تم مسلمان نہیں ہو میں' آپ یا ہم میں سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں تو مسلمان نہیں ہے لیکن ہر کوئی اپنے حال کو تو جانتا ہے اللہ کریم تو ہر ایک سے واقف ہے ہر بندہ اپنے حال کو تو جانتا ہے میرے بھائی آج وقت ہے محاسبہ کیجئے اپنا۔ یہ سوچئے کہ ہمیں اللہ' اللہ کا دین اس کی عظمت عزیز ہے اور آج کا جو زمانہ ہے ہمارے تو بدبختی یہ ہے کہ لوگ دین بھی دنیا کے لئے اختیار کرتے ہیں دنیا کا ذریعہ بناتے ہیں دین کو بھی اور وظیفہ بھی اگر پڑھیں گے تو آخرت کے لئے اللہ کی رضا کے لئے نجات کے لئے نہیں بلکہ اس سے دولت زیادہ آئے کوئی وظیفہ بتایئے جس سے میرے بچے بھرتی ہو جائیں کوئی وظیفہ بتایئے میرا دنیا کا فلاں کام ہو جائے ایسا وظیفہ بھی کسی کو نہیں چاہئے کہ میرا پیسہ پائی بھی اللہ کی راہ میں خرچ ہو جائے میرا بچہ شہید ہو اور میں بھی شہدا کے والدین میں کھڑا ہوں۔ میرا بیٹا حافظ قرآن بن جائے اور میں حفاظ کے والدین میں کھڑا ہوں۔ کوئی دینی عالم بن جائے نہیں کوئی ایسا وظیفہ بتاؤ میرا بچہ افسر بن جائے۔ قرآن کی وہ صورت بتاؤ جس کو پڑھنے سے پیسے زیادہ آ جائیں کیا مسلمانی ہے اللہ کی بارگاہ میں مسجد میں بیٹھے ہو خود حساب کرو کیا کر رہے ہو آخرت میں کیا نتیجہ مرتب ہو گا فرمایا مومن وہ ہے کہ مجھ پر ایمان

لاؤ اور پھر اس میں لغزش نہیں آئے **و جاھدو باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ** اور جنہوں نے جہاد کیا اللہ کی راہ میں ارے ہم لڑتے بھی ہیں تو اپنی ذاتی اغراض کے لئے کسی سے خفا ہو جائیں تو ایک دوسرے کو قتل کرنے لئے ہم بندوقیں اٹھا لیتے ہیں کہیں سے پیسہ مل جائے تو پیسہ لے کر قتل کر دیتے ہیں اسلام فساد کا نام نہیں ہے اسلام سلامتی کا نام ہے اسلام نے جنگ ختم کر دی۔ جنگیں اسلام میں جائز نہیں ہیں اپنے آپ کو غالب اور دوسرے کو مغلوب کرنے کے لئے اپنا آپ' اپنی بات منوانے اور دوسرے کی رد کرنے کے لئے دشمن کو کچلنے کے لئے پیس کر رکھ دینے کے لئے اسلام نے جنگ ختم کر دی جہاد بندوں کی' بندوں کے خلاف لڑائی نہیں ہے جہاد نیک لوگوں کی برائی کے خلاف جنگ ہے۔ جہاد میں وہ کوشش وہ محنت جو دین کے غلبے کے لئے کی جائے اور بے دینی اور کفر کو مغلوب کرنے کے لئے کی جائے کیونکہ بعثت نبوی ؐ کا اور نزول قرآن کا مقصد ہی یہ ہے کہ تمام ادیان باطلہ پر اسے غالب کیا جائے اس کے دو حصے ہیں ایک حصہ ہے دلائل کے ساتھ معنوی وہ اللہ کریم کے ذمہ ہے اللہ کریم نے معجزات کے ساتھ دلائل کے ساتھ عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ اس کتاب کو اس دین کو غالب کر دیا دوسرا معنی ہے صوری کہ صورتہ بھی ریاست اور حکومت اس کی ہو اور کافرانہ نظریات رکھنے والے لوگ اسے جذیہ اور ٹیکس دے کر اس کے زیر سایہ وقت گزاریں وہ ذمے ہے مسلمانوں کے وہ جو مسلمان تھے انہوں نے کر دکھایا بحمد اللہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو اطاعت الہی پر مجبور کر دیا اگر کافر کافر رہنا چاہتا تھا تو وہ جذیہ دے کر ذمی بن کر رہا کتنی بڑی بڑی سلطنتیں تھیں عالیہ جن کے پاس لاکھوں کی سپاہ ایک ایک گورنر کے ماتحت تین تین ڈھائی ڈھائی لاکھ ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ سپاہی ہوا کرتے تھا وہ مٹھی بھر لوگ صحرائے عرب سے اٹھے اور کفر کی طاقتوں سے ٹکرا گئے اور مزے کی بات یہ ہے کہ انصاف غیر مسلم کو بھی نصیب ہوا تو مسلمانوں کے عہد میں نصیب ہوا کافر کافروں سے بھی انصاف نہ کر سکے کسی پر زیادتی نہیں کی ظلم نہیں کیا ناجائز کسی کا مال نہیں چھینا بلکہ برائی کو مٹا کر ہر شخص کو امن اور انصاف مہیا کیا دنیا کے معلوم حصے کی تین چوتھائی پر ایک ریاست بن گئی جس کا امیر مسجد نبوی ؐ کا امام اور خطیب ہوا کرتا تھا۔ کیا بات کرتے ہو ہم کیسے مسلمان ہیں کہ کافروں کی مدد کے طالب ہوتے ہیں کیسے مسلمان ہیں کہ ہم کافروں کا اتباع کرنا فخر سمجھتے ہیں کہ کافروں کو خوش کریں گے تو وہ ہمیں حکومت دلا دیں گے جو اٹھتا ہے وہ امریکہ کی طرف دوڑتا ہے۔ اگر ساری مسلمانی یہی مسلمانی ہے تو کفر کس جانور کا نام ہے قرآن حکیم نے بڑی کھری بڑی واضح باتیں کر دی اب کسی کو غلط فہمی نہیں رہتی ہم نے اس کا حل یہ نکالا ہے ہمارے مسلمانوں کہ نے قرآن پڑھنا چھوڑ دو۔ کوئی بابا مر جائے تو چند درویشوں کو طالب علموں کو بلا کر وہ ختم پڑھا دو ویسے قرآن پڑھنا سمجھنا اس کی ضرورت نہیں ہے اسے گھر میں رکھو۔

آج قرآن کو نہیں سمجھے گا مسلمان تو کب قیامت کو کھول کر سمجھے گا قبر میں جا کر تلاش کرے گا اس وقت تو کام کرنے کی فرصت گزر چکی ہو گی۔ یہاں ایک ہوتا تھا مردود بڑا بے ایمان تھا۔ دنیا میں زندگی بھر نہ اس نے کبھی نماز ادا کی نا اس کا عقیدہ ہی صحیح تھا عامل تھا جنات کا جب وہ مرا زندگی بھر اس نے نماز نہیں پڑھی۔ جب وہ مرا بدمعاش ایک جائے نماز تسبیح اور ایک کڑوڑوں اس کی میت مردود کے ساتھ انہوں نے قبر میں دفن کی کہ اب پڑھے گا ساری زندگی تو اس کے خلاف رہا مانا نہیں تو دفن کرنے والوں سے خداوند عالم پوچھے گا کہ میری کتاب کی اس توہین کا تمہیں کیا صلہ دیا جائے تو وہ جانیں اور وہ جانیں لیکن کیا ہم یہ انتظار کر رہے ہیں کہ قبر میں ہمارے ساتھ قرآن دفن ہو گا تو ہم وہاں پڑھیں گے بھئی آج پڑھنے کی بات ہے آج پڑھو اور یہ جو دوڑ لگا لیتے ہو نا کہ میں نے رمضان میں بیس ختم کئے لیکن خدا کے لئے بیس آیات پڑھو اور ان کو سمجھو اس سے زیادہ آئے گا کسی نے تیس دنوں میں تیس ختم بھی کر لئے

اور سمجھا کچھ نہیں اور کسی نے تیں آیات سمجھ لیں تو عنداللہ ان تیں آیات کا مفہوم سمجھنے والا زیادہ اچھا آدمی ہے اسے زیادہ اجر ملے گا بظاہر اس کے جو بار بار پڑھتا ہی رہا تو فرمایا مومن تو وہ ہے جسے ایمان کا دعویٰ زیب دیتا ہے فرمایا **ثم لم یرتابو وجاھدو باموالھم وانفسھم۔** اپنی جانیں لٹا دیں اللہ کی راہ میں **فی سبیل اللہ اولیک ھم الصادقون۔** تو فرمایا یہ کھرے لوگ ہیں انہوں نے جب ایمان کا دعویٰ کیا تو اسے سچا ثابت کر دکھایا اور یہ جو تم کہتے ہو خیر ہے جی ہم نبی ﷺ کی بات مانتے ہیں تسلیم کرتے ہیں نماز بھی پڑھ لیں گے زکوۃ بھی دیں گے لیکن یار یہ تو مشکل ہے کون اس پر جان دے اور یہ حکومت کی مخالفت ہو جائے گی یہ اقتدار والے مخالف ہو جائیں گے مغربی طاقتیں مخالفت کریں گی میں مارا جاؤں گا قید کر دیں گے فرمایا **قل اتعلمون اللہ بدینکم** یہ تم نے کوئی نیا دین بنایا ہے۔ اللہ تو وہ ہے جس نے بندوں کو دین بتایا اور تم وہ ہو کہ نیا بنا کر اللہ کو بتانے چلے ہو کہ یہ بھی ایک دین ہے کوئی نیا مذہب ایجاد کر لیا ہے کہ اپنی خواہشات بھی پوری کرتے رہو موج میلہ بھی لیتے رہو نمازیں پڑھ کر مسلمانی میں بھی نام لکھا دو

شب کو پی لی اور صبح کو توبہ کر لی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی

اللہ ہر شے کو جانتا ہے وہ زمینوں میں ہے یا آسمانوں میں ہر چیز سے ہر وقت آگاہ ہے وہ تمہاری حرکات تمہاری سوچوں تمہاری فکر اور تمہارے دل کی گہرائیوں میں پیدا ہونے والے خیالات کو وہ جانتا ہے تمہارے بتائے بغیر جانتا ہے۔ **یمنون علیک ان اسلمو** یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کرتے ہیں کہ اپ کی خاطر اسلام قبول کر لیا **قل لاتمنو علی اسلامکم** فرمایا ان سے کہہ دو مجھ پر احسان کر کے کلمہ مت پڑھو۔ آپ نے دیکھا ہو گا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم چند روز نمازیں پڑھ لیں تو یہ کائنات کا نظام ہے یہ اپنی ڈگر چھوڑ دے اور ہماری پسند پر چلنا شروع کر دے کہ جی میں تو اتنی مدت سے نمازیں پڑھتا ہوں میرا نقصان ہو جاتا ہے میں اتنے عرصے سے نمازیں پڑھتا ہوں میرا کاروبار نہیں چلتا نمازیں پڑھ کر میری صحت ٹھیک نہیں رہتی خیال یہ ہوتا ہے کہ نماز روزہ کرنے کے بعد جو نظام قدرت ہے میرے طابع ہو جائے وہ جیسا میں کہوں ویسا ہو جائے میری موت بھی جیسی میں کہوں ویسی ہو جائے میرے مال بھی۔ بھئی تو بندہ بنا نمازیں پڑھ کر یا پروردگار بننے کا ارادہ ہے۔ اگر عبادت کی یا اسلام لایا یا ذکر اذکار کیے تو اس سے تجھے بندگی ملے گی یا تم حاکم بننا چاہتا ہے تو نے نمازیں پڑھ لیں اور وہ تجھے اپنے سارے اختیارات دے دے فرمایا **لاتمنو علی اسلامکم** فرمایا اے میرے حبیب ﷺ ان سے کہہ دو اپنی مسلمانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت آپ ﷺ کی عظمت کے آگے کسی کے مسلمان ہونے سے کوئی بڑھتی نہیں ہوتی آپ ﷺ کی عظمت ان لوگوں کی محتاج نہیں ہے کہ ان لوگوں نے کلمہ پڑھا تو آپ ﷺ کی عظمت ملے گی اور لوگوں نے نہیں پڑھا تو نہیں **لا تمنو علی اسلامکم** اے حبیب ﷺ انہیں کہہ دیں اپنی مسلمانی کا احسان میرے سر مت دھرو۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ احسان اللہ کا ہے کہ اس نے تم لوگوں کو محمد الرسول اللہ کی خدمت میں پہنچا دیا تمہارا احسان نہیں ہے اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر میرا اور آپ کا احسان نہیں ہے کہ ہم عبادت کریں یہ احسان تو اس کا ہے جسے توفیق عبادت دے دی یہ احسان تو اس کا ہے جس نے اپنے غلاموں میں قبول کر لیا۔

احسان نا کرو کہ تم بادشاہ کی غلامی میں ہو بلکہ احسان تو بادشاہ کا ہے کہ اس نے تمہیں اپنا غلام بنا رکھا ہے اسے کیا کمی ہے وہ تو بادشاہ ہے تیرے جیسے ہر دو اس کی خدمت میں ہیں اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت لیکن ترک تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت اپنی ہے نبی ﷺ کا مقام اپنا ہے۔ کوئی نمازیں پڑھ کے کوئی تبلیغ کر کے کوئی

مراقبے کر کے کوئی ذکر کر کے کوئی مجاہدے کر کے ان پر احسان نہیں کر رہا یہ احسان اس ذات کریم کا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی توفیق عطا کی **ان کنتم صدقین** اگر تم سچے ہو اللہ سے کسی کا کوئی حال چھپ نہیں سکتا۔ **ان اللہ یعلم غیب السموات والارض۔** ہر ایک شے زمین آسمان میں اس کی قدرت میں ہے۔ **واللہ بصیر بما تعملون۔** اور جو تم کر رہے ہو اسے بھی وہ دیکھ رہا ہے۔ عمل کیا کرنا ہے اوراس عمل کے پیچھے اس کی نیت کیا ہے خلوص کتنا ہے تمہیں بتائے بغیر اللہ کریم کے علم میں ہے ہمارے لئے سوچنے کا مقام یہ ہے بارہ یا چودہ کروڑ مسلمان دعویٰ ایمان لے کر اس وطن عزیز میں بستے ہیں اور یہ وطن عزیز کافرانہ نظام کے تابع ہے ہم اس کا حصہ بنے ہوئے ہیں ہم اس میں حصہ لیتے ہیں جس میں ووٹ دیتے ہیں ہمارے ووٹوں سے جیتتے ہیں کیا ہمارے ذمے یہ نہیں ہے کہ ہم سر میدان مطالبہ کریں کہ حکومت اسلامی طریقے سے بنائی جائے کیا یہ ہمارے ذمے نہیں ہے کہ وطن عزیز کا سارا معاشی نظام سود پر استوار ہے آج ہم اس حال پر پہنچ گئے ہیں کہ مردے کو جو کفن دیتے ہیں اس میں بھی سود شامل ہے۔ ہماری جائے نماز کی چٹائیوں میں اور تسبیح میں جو دھاگہ ڈلا ہے اس میں بھی سود شامل ہے آپ کا کوئی کپڑے کا کارخانہ سوت کا دریوں کا کارخانہ ایسا نہیں ہے جس میں سودی کاروبار نہ ہو تو سود تو **فاذنو بحرب من اللہ و رسولہ۔** اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ اعلان جنگ ہے کون سی مسلمانی ہے کہ ہم اسے قبول کر کے بیٹھے رہیں اور یہ تک نہ کہہ سکیں کہ ہمیں یہ منظور نہیں ہے اور یہاں اسلامی شرعی بلا سودی معاشی نظام لایا جائے ہماری دنیا کے علوم ہمارے نظام تعلیم میں پڑھائے جاتے ہیں نہیں پڑھایا جاتا تو دین یہ تو بھلا ہو ان غریب علماء کا جو دھکے کھا کر مصیبتیں برداشت کر کے پھر دینی مدارس کھول کر بیٹھے ہیں ان بچوں کو پڑھا رہے ہیں جنہیں دنیا میں جگہ کہیں نہیں ملتی کوئی قبول نہیں کرتا کوئی محکمہ نوکری نہیں دیتا وہ دینی مدارس کو دیئے جاتے ہیں خدا نے ہمت دے رکھی ہے اور اللہ نے دین کے آگے چلانے کا سبب بنا رکھا ہے کہ اہل اللہ اہل علم اور بڑے بڑے فاضل پیدا کر رہے ہیں وہ بچے دھکیلے ہوئے جاتے ہیں نکالے ہوئے جاتے ہیں کوئی محکمہ کوئی ادارہ قبول نہیں کرتا تب دینی مدارس میں جاتے ہیں سوائے چند علمی خاندانوں کے باقی سب بڑا تیر مارتے ہیں سب مسلمان کہ ہم نے زکوۃ مدرسے کو دے دی ان کے لئے زکوۃ ہی رہ گئی تھی باقی مال میں کوئی حصہ نہیں تھا اور کون ہے جو زکوۃ کے علاوہ کوئی دیتا ہے یا صدقہ دیں گے یا زکوۃ دیں گے۔ یعنی جو چیز کسی گداگر کو دینے کے قابل اللہ نے بنائی ہے وہ دیں گے جو اپنے کھانے پینے کے لئے بنائی ہے اس کے علاوہ کوئی حصہ نہیں دیں گے اس کے باجوود یہ اللہ کا احسان ہے اور اللہ کے بندوں کی ہمت ہے کہ ایک دینی نظام چل رہا ہے لیکن کیوں نا اربوں روپے جس نظام تعلیم پہ خرچ ہوتے ہیں جس کا ہم ٹیکس دیتے ہیں میں بھی دیتا ہوں اس نظام میں جہاں انگریزی ہے جہاں تاریخ ہے جہاں حساب ہے جہاں باقی سارے علوم ہیں وہاں دین کیوں نہ داخل کیا جائے کیوں نہ ہمارا ہر مدرسہ دین پڑھائے کیوں نہ ہمارے نظام تعلیم کا حصہ دین ہو کہ ہر گریجویٹ دینی عالم بھی ہو یہ کون کرے گا اگر ہم چودہ کروڑ مسلمان نہیں کر سکتے ہمارا سیاسی نظام کیوں اسلامی نہ ہو کیا ہمیں ہندوستان میں جا کر یہ بات کہنے کا حق ہے کہ یہاں اسلام نافذ کیا جائے برطانیہ میں یا کسی چین' جاپان' افریقہ میں حق ہے وہ کہیں گے میاں اپنے ملک کی بات کرو یہاں نظام ہمارا ہو گا ان کے ملک میں ان کا ہو گا اور ہمارے ملک میں بھی ان کا ہو گا تو پھر کون سا اسلام ہے یہ یہ تو ہمارا گھر ہے یہاں تو نظام ہمارا ہو گا۔ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گا یہاں کی معیشت اسلامی ہونی چاہئے یہاں کا نظام تعلیم اسلامی ہونا چاہئے یہاں کی سیاست اسلامی ہونی چاہئے یہاں کی عدالتیں شرعی قواعد سے فیصلے کریں اس کے ہم مکلف ہیں اللہ کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم نفاذ اسلام کے لئے مال کی ضرورت پڑے مال دیں وقت لگائیں اور اگر جان لگ جائے تو یہ اللہ کا بہت بڑا احسان سمجھیں۔

زندگی گزارنے کا سلیقہ

مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ جل شانہ نے انسان کو جتنی قوتیں عطا فرمائی ہیں ان سب کا ایک بنیادی خاصہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر انسان کا تعلق اپنے رب سے اپنے اللہ سے اپنے مالک سے ہو تو وہی ساری قوتیں اپنے صحیح مصرف پہ استعمال ہوتی ہیں اور صحیح کام کرتی ہیں آنکھ حق کو دیکھ سکتی ہے کان حق کو سن سکتے ہیں زبان حق بول سکتی ہے دل حق کو قبول کرتا ہے دماغ حق اور باطل میں فرق کر سکتا ہے نیکی بھلی لگتی ہے لیکن اگر اللہ سے تعلق ٹوٹ جائے تو وہی ساری قوتیں جو ہیں وہ الٹ کام کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ نگاہ غلط ہو جاتی ہے زبان جھوٹ بولتی ہے عقل الٹ جاتی ہے برے کام کو اچھا سمجھتی ہے اچھے کو برا سمجھنے لگتی ہے. نیک لوگوں سے نفرت ہو جاتی ہے اور بدکاروں سے محبت ہو جاتی ہے نیک کاموں سے نفرت ہو جاتی ہے برے کاموں میں آدمی زندگی صرف کر دیتا ہے طاقتیں وہی ہوتی ہیں انسان وہی ہوتا ہے لیکن ان کی صورت بدل جاتی ہے۔ حتی کہ اللہ سے دوری کا ایک درجہ ایسا بھی آتا ہے جہاں پھر اللہ کی عظمت کو بھی انسان قبول نہیں کرتا تو جہاں اسے انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام میں بھی کوئی کمال نظر نہیں آتا حتی کہ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ اعتراض کیا کہ اگر یہ اللہ کے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو جس طرح کا مطالبہ ہم کرتے ہیں۔ اس طرح کا معجزہ کیوں نہیں دکھاتے۔

بعض مفسرین نے عجیب باتیں یہاں نقل فرمائی ہیں کہ ان کے مطالبات عجیب تھے ایک مطالبہ تو یہ تھا کہ یہ مکہ مکرمہ جو ہے یہ بہت تنگ وادیاں ہیں اور بڑے بڑے پہاڑ ہیں وہ قریب ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان پہاڑوں کو دور دور ہٹا دیجئے گا کہ درمیان میں کھلی جگہ بن جائے اور ہم باغات لگائیں اور یہاں کاشت کاری کریں اور اچھا میدان بن جانا چاہئے پھر یہ لق و دق صحرا ہے یہاں پانی نہیں ملتا یہاں دریا جاری ہو جانا چاہئے تیسری بات یہ ہے کہ پہلے بزرگ جو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور جن کی رائے پر ایک زمانہ عمل کیا کرتا تھا ان کو زندہ کر دیجئے کہ ہم ان سے بات چیت کریں اور ان سے پوچھیں کہ یہ واقعی اللہ کے نبی ہیں اگر وہ تصدیق کریں تو ہم مان لیں گے اس دعوے کے ساتھ۔ پھر انہوں نے یہ شرط لگائی کہ اگر یہ اللہ کے برحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو جو باتیں ہم کہتے ہیں وہ کر دیتے۔ سامنے آ جاتیں۔ اللہ جل شانہ نے اس کا بڑا سادہ سا جواب ارشاد فرمایا ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے لے کر ساری زندگی ہی بجائے خود معجزاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوچ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑکپن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی یہ سارے کا سارا بجائے خود معجزہ ہے کسی پہلو میں کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی نہیں تھا۔

تو جس شخص نے جس ہستی نے چالیس برس عمر بسر کی ہو اس شہر میں کوئی مدرسہ نہ دیکھا ہو کسی علمی مجلس میں نہ بیٹھا ہو کسی عالم کی شاگردی نہ کی ہو کسی موضوع پر کسی سے بات نہ فرمائی ہو۔ وہ شخص چالیس برس کے بعد اعلان نبوت فرمائے اور دنیا کے ہر موضوع پر بات کرے آخرت کے ہر موضوع پر بات کرے ذات باری اور الہیات کے ہر موضوع پر بات کرے اس کی ہر بات حرف آخر ہو اس کی کسی بات کو کوئی چیلنج نہ کر سکے یہ اتنا بڑا معجزہ ہے کہ اس کی نظیر لانا ممکن نہیں پھر ہاتھ کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا معراج شریف کا واقعہ درختوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنا پتھروں کا صلوۃ والسلام کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں کنکریوں کا کلمہ پڑھنا یہ بے شمار معجزات تھے کہ جنہیں جمع کیا گیا تو دفاتر بن گئے اب ان سب کے ہوتے ہوئے پھر اپنی طرف سے عجیب و غریب الٹ پلٹ باتیں تجویز کرنا اور اس کو اس بات کی دلیل بنانا کہ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو یہ نبی نہیں ہیں۔ اللہ کریم نے اس کا سادہ سا جواب یہ دیا کہ کافر بڑے آرام سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں وہ نشانی یا معجزہ ان پر نازل کیوں نہیں ہوتا لیکن وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ نبی کا کام عجائبات کا اظہار نہیں ہوتا۔

انما انت منذر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اس کی غلطیوں کے خوفناک نتائج کی بروقت اطلاع پہنچائے اگر کوئی نبی ساری زندگی کوئی معجزہ نہ دکھائے تو اس کی نبوت میں کوئی شک نہیں۔ اگر کسی نبی سے ساری زندگی کوئی معجزہ ظاہر نہ ہو تو یہ ضروری نہیں ہے نبی کا اصل کام یہ ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو ان غلط عقائد یا غلط عمل کا جو نتیجہ خطرناک صورت میں جو پیش آنے والا ہے اس کی اطلاع بروقت پہنچا دے کل میدان حشر میں یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں بتایا نہیں تھا اب اس کے ساتھ معجزات کا جو ظہور ہوتا ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے تو یہ اللہ کا مزید کرم ہے انسانوں کو متوجہ کرنے کے لئے۔ یہ اس کا احسان ہے یہ شرط نہیں۔ اور فرمایا

و لکل قوم ھاد ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا کوئی انوکھی بات بھی نہیں ہے کہ ہر قوم میں ہم نے ہادی اور اللہ کی طرف دعوت دینے والے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور نیکی کا راستہ دکھانے والے نبی اور رسول مبعوث فرمائے ہیں۔ یہ قانون ہے قدرت کا ہمیشہ نبی ہوتے رہے ہیں اس سے آگے رب جلیل نے ان کفار کے عقل کو چیلنج فرمایا ہے بات اس پر کی ہے اس موضوع پر بات نہیں فرمائی کہ جو تم طلب کرتے ہو وہ معجزہ کیوں ظاہر نہیں ہوتا بات یہ فرمائی ہے کہ ذرا سوچو۔

اللہ یعلم ما تحمل کل انثی و ماتغیض الارحام و ماتزداد ۔ اللہ تو وہ ہستی ہے جو ہر ذرے کے ہر حال سے واقف ہے ہر آن اور ہر گھڑی۔ پوشیدہ سے پوشیدہ بات کسی خاتون کے رحم میں کوئی نطفہ قرار پکڑتا ہے فرمایا اللہ اسے جانتا اللہ اسے دیکھ رہا ہے اللہ اس سے واقف ہے وہ کیا کیا صورتیں بدلتا ہے کس کس طرح اس میں کمی بیشی ہوتی ہے اس سارے کو اللہ کریم دیکھ رہا ہے۔

پچھلے دنوں برطانیہ گئے تو وہاں بات ہوئی کہ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے تو اب تو سائنس جو ہے وہ بھی اسی بات کا دعوی کرتی ہے کہ پیٹ میں بچی ہے یا بچہ ہے میں نے کہا یہ سطحی سی بات ہے جو تم کر رہے ہو اللہ کا علم بہت وسیع ہے سائنسٹ اندازہ لگاتا ہے دنیا پہ اگر دو یا تین سو کروڑ عورتیں ہوں اور ان میں اگر ایک ارب ایک سو کروڑ عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو سائنس دان اس ایک سو کروڑ عورت میں سے یا ایک ارب عورت میں سے ایک عورت کے متعلق پتہ چلا بھی لیں کہ بچی ہے یا بچہ تو باقی ہیں ان کے متعلق کون بتائے گا۔ اور اللہ تو ہر ہر کے متعلق جانتا ہے اور ہر آن

جانتا ہے پھر سائنس سارا زور لگا کر اندازے سے بچہ یا بچی کہتی ہے یقیناً" پھر بھی نہیں پھر اس کی شکل کیا ہو گی اس کا قد کیا ہو گا اس کا رنگ کیسا ہو گا عمر کتنی ہو گی اس کی عقل کتنی ہو گی وہ کتنا پڑھے گا کتنا نہیں پڑھ سکے گا یا وہ بچہ شقی ہو گا یا سعید نیک ہو گا مومن ہو گیا یا کافر یہ کون سی سائنس بتائے گی اور پھر یہ تو صرف ایک انسانی رابطہ ہے کہ ایک آن میں زمین میں کتنے دانے پھوٹتے ہیں کتنے تنکے گھاس کے پیدا ہوتے ہیں درختوں پر کتنے پتے لگتے ہیں کتنا پھل لگتا ہے کتنے پتے گرتے ہیں کتنے پھل گرتے ہیں ہر آن میں ایک ایک ذرہ کیا کیا صورت اختیار کرتا ہے یہ کون سی سائنس بتائے گی۔ علم الٰہی کا تو کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں یہ سب کچھ بھی جو اللہ کریم جانتا ہے اس کا معنی یہ نہیں کہ آج یہ کام ہو رہا ہے تب اللہ جانتا ہے ایسی کوئی بات نہیں بلکہ۔

وکل شئی عندہ بمقدار۔ ہر کام اس پروگرام کے مطابق ہوتا ہے جو اس نے ازل سے طے کر دیا آج نہیں بلکہ وہ ازل سے جانتا ہے کہ کائنات میں کس لمحے کس ذرے پر کیا تبدیلی آئے گی۔ اگر سائنس کسی ایک کے متعلق جانتی بھی ہے تو اس کا عمل شروع ہونے کے بعد جانے گی لیکن وہ اس کائنات کی تخلیق سے بھی پیشتر ازل سے وہ سب کچھ جانتا ہے اس کا علم قدیم ہے جیسے اس کی ذات قدیم ہے اور اس کے لئے حاضر و غائب برابر ہے۔

علم الغیب والشھادۃ۔ جو سامنے اسے بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اسے بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح ظاہر کو جانتا ہے اس لئے کہ **الکبیر المتعال۔** حقیقتاً" وہی صرف وہی بہت بڑا ہے اور حقیقتاً" وہی بہت بلند ہے بہت عالی شان والا ہے۔ **سواء منکم من اسرا القول و من جھربہ۔** تم میں سے کوئی شخص نہایت پوشیدہ چھپ کر کوئی کام کرے یا بات کرے یا وہ سر میدان وہی کام کرے وہی بات کرے وہ رات کی تاریکیوں میں کسی طرف قدم اٹھائے اور چوری چھپے چل کر جائے یا دن کے اجالے میں کسی طرف چلے اللہ کے لئے برابر ہے وہ ہر حال میں اسے دیکھ رہا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس کی ایک مخلوق ہے جس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ہر ہر انسان کی حفاظت پہ مامور ہے۔

لہ معقبت من بین یدیہ و من خلفہ۔ ہر ہر انسان کے آگے پیچھے وہ مخلوق لگی ہوئی ہے۔ **یحفظونہ من امر اللہ۔** اللہ کے حکم سے وہ اس کی حفاظت کرتی ہے اگر کسی کو بیمار پڑنا ہوتا ہے تو اللہ کریم حکم دیتا ہے کہ اس طرف سے اس کی حفاظت میں کمی کر دی جائے اور وہ بیماری حملہ آور ہو جاتی ہے جب صحت دینا چاہتا ہے تو اس طرف پہرہ سخت کر دیتا ہے بیماری نہیں آ سکتی اسی طرح ہر ہر حادثہ چھوٹا ہے یا بڑا خوراک کا غذا کا ایک لقمہ توڑنا کھانا چبانا اس کا معدے میں تحلیل ہو کر خون ہڈی گوشت پوست بننا اس سارے عمل پر اللہ کے فرشتے مقرر ہیں۔ اس کے مقرر کردہ جو خدام ہیں وہ اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ وہ ایسا کریم ہے کہ کسی کو ذلیل اور رسوا نہیں کرتا کسی کے حالات بگاڑتا نہیں ہے کسی کو خراب اور پریشان نہیں کرتا۔ **ان اللہ لا یغیر ما بقوم۔** کسی قوم کو کسی فرد کو کسی انسان کو تباہ نہیں کرتا۔ **حتی یغیروا ما بانفسھم** جب تک انسان جو کچھ اس کے اپنے دل میں ہے یعنی وہ تعلق جو اس کو اپنے رب کے ساتھ ہونا چاہئے۔ جب تک انسان خود اس تعلق کو خراب نہیں کرتا اللہ کریم اس کا حال خراب نہیں کرتے اگر کسی پہ زوال آتا ہے کسی پہ مصیبت آتی ہے کوئی گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو کوئی کفر کی تاریکیوں میں کھو جاتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے جب اللہ کی طرف سے اتنے چوکیدار اور اتنے محافظ مقرر ہیں تو آدمی اس تباہی میں کیوں جا کر گرتا ہے تو فرمایا اس کا سبب انسان کا اپنا وہ نظریہ اور وہ تعلق ہے جو اسے ذات باری سے ہوتا ہے اب اس میں خرابی پیدا ہوتی ہے تو نتیجتاً" انسان کے حالات میں خرابی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اس کے عقائد میں اس کے اعمال میں اس کے کردار میں ہر طرف تباہی پھیلنا شروع

ہو جاتی ہے اور پھر جب کسی کا تعلق اللہ سے بگڑتا ہے اسے اللہ پر بھروسہ نہیں رہتا اللہ کی عظمت پہ یقین نہیں رہتا تو جب اللہ کریم اسے تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

واذا اراد اللہ بقوم سوء۔ جب کسی قوم کو اللہ رسوا کرنا چاہتا ہے **فلا مردلہ۔** پھر اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ پھر وہ تباہ ہی ہوتی ہے پھر وہ رسوا ہی ہوتی ہے۔

ومالھم من دونہ من وال۔ اللہ کے سوا پھر انہیں کوئی دوست بھی نظر نہیں آتا پھر جائے پناہ اسی کے پاس ہے کہ تباہی میں گرتے ہوئے بھی اگر کوئی اسی کی ذات کو پکارے تو اس گہرائی میں گرنے سے بچا لیتا ہے لیکن بچانے والا بھی وہی ہے۔ کہ پھر انسان کے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ واپس اسی کی بارگاہ کی طرف پلٹے۔ فرمایا وہ ایسا غالب ہے کہ تمہیں آسمان پر چمکتی ہوئی بجلی دکھاتا ہے جو تمہیں ڈراتی بھی ہے تم ڈرتے بھی ہو کہ کہیں بجلی کڑک کر تباہ نہ کر دے اور امید بھی دلاتی ہے کہ گرج چمک کے ساتھ باران رحمت بھی ہوتا ہے۔

وینشی السحاب الثقال۔ وہ ایسا قادر ہے کہ جو پانی زمین برداشت نہیں کر سکتی اس کو وہ بادلوں میں اڑائے پھرتا ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے ایک گھنٹے بھر کے لئے ایک بادل اگر کسی جگہ برس جائے تو بادل پھر ویسے کا ویسا ہوتا ہے لیکن زمین کی قوت برداشت جواب دے جاتی ہے وہ ایسا قادر ہے کہ اتنے سمندر پانیوں کے ہیں انہیں وہ ہوا پر اڑائے پھرتا ہے اگر بجلی کڑکتی ہے تو وہ بھی اسی کی عظمت بیان کرتی ہے اور وہ ایسی عظیم الشان ذات ہے کہ انسان تو بڑی چھوٹی سی مخلوق ہے بڑے طاقتور فرشتے بھی اس کی ہیبت پہ لرزاں اور ترساں رہتے ہیں اور وہ ایسا قادر ہے کہ جہاں چاہے واقعی بجلی گرا دیتا ہے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں بڑی بڑی حکومتیں بڑی بڑی طاقتیں بڑے بڑے سائنسدان بڑے بڑے سائنسی مراکز اس کی بھیجی ہوئی بجلی یا اس کے لائے ہوئے زلزلے اس کے بھیجے ہوئے طوفان کو روک نہیں سکتے۔ آئے دن آپ بھی پڑھتے ہیں جنہیں ہم سپر پاورز کہتے ہیں وہاں بھی جب زلزلے آتے ہیں تو دریاؤں کو خشک کر دیتے ہیں اور جہاں سڑکیں ہوتی ہیں وہاں دریا بن جاتے ہیں شہروں کے شہر غرق ہو جاتے ہیں تباہ ہو جاتے ہیں ایک آندھی چلتی ہے اور سینکڑوں شہروں کو الٹ کر رکھ دیتی ہے کوئی روک نہیں سکتا کوئی دنیاوی طاقت کوئی ان کا سائنسی آلہ کوئی بھی چیز اس کے سامنے دیوار نہیں بن سکتی۔ اب فرمایا ان کی عقل دیکھئے۔ اتنا کچھ انسان کے سامنے ہے یہ ایسی عام باتیں ہیں جنہیں ایک عام آدمی دیکھتا ہے یہ سارا کچھ دیکھنے کے بعد **و ھم یجادلون فی اللہ۔** پھر اللہ کی ذات میں جھگڑا کرتے ہیں اور ان کی عقل دیکھو پتھر کا بت بنا کر اسے اس کی پوجا کرتے ہیں جو خود پتھر ہے جسے انسانوں نے تراشا اسے معبود مانتے ہیں جو اتنا بڑا قادر ہے اور حی اور قیوم ہے اور ان کے بنانے اور پالنے والا ہے اس کی ذات میں جھگڑا کرتے ہیں۔

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتوں سے نالاں ہونے کا یا ان کی باتوں سے دکھ محسوس کرنے کا کیا فائدہ یہ اس بات کا جواب رب کریم نے دیا جو اعتراض کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا کہ اللہ نے فرمایا کہ تمہیں بھلا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا کمال نظر آئے گا جب تمہیں خود میری ذات میں کوئی کمال نظر نہیں آتا جس کے کمالات ایک تنکے سے لے کر گرجنے والے بادل اور برسنے والے بادل تک اور چمکنے والی بجلی تک اور تحت الثری سے لے کر عرش المعلی تک زمانے کی ہر کروٹ شب و روز کا ہر حصہ زمین کا ہر ذرہ آسمان کا ہر ستارہ جس کی عظمت کی گواہی دے رہا ہے اسے تو تم ماننے سے انکار کرتے ہو اور تمہاری عقل اتنی گئی گزری ہے کہ ایک پتھر کو تم معبود بنا لیتے ہو۔ عقل کی تباہی کا اندازہ فرمایئے کہ ایک رب ذوالجلال کو نہ ماننے والا بے وقوف پھر پتھر کو اپنا خدا مان لیتا ہے تو فرمایا یاد رکھو۔

لہ دعوۃ الحق۔ کھری دعوت صرف اللہ کی ہے جو کوئی بھی اور جب بھی تمہیں اللہ کی طرف بلائے وہی ایک

بات کھری ہے باقی سب جھوٹے آسرے ہیں جھوٹے دعوے ہیں کوئی بت کوئی دیوی کوئی دیوتا کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا کہ سارا جہان مخلوق ہے اور مخلوق خود محتاج ہوتی ہے۔

والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم۔ اللہ کو چھوڑ کر جسے جی چاہے پکارتے رہو تمہاری پکار کوئی نہیں سنتا۔ اور جو لوگ اللہ کے علاوہ اس کی ذات سے کٹ کر اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع چھوڑ کر اس کی کتاب اور اس کے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹ کر کوئی جائے پناہ تلاش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے۔

لھم بشئی الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ۔ فرمایا آدمی کے پاس ہاتھ بھی ہے ہتھیلی بھی ہے سامنے پانی بھی ہے اب پانی مخلوق ہے اسے پیاس بجھانے کے لئے اللہ نے پیدا کیا ہاتھ سے پانی پیا جا سکتا ہے اللہ نے اس کے پینے کا طریقہ مقرر فرما دیا کہ جا کر ہاتھ بھر لو اور اس طرح سے پی لو اب اگر کوئی چاہے کہ میں اللہ کی بات نہیں مانتا اس کے بتائے ہوئے قاعدے کے مطابق کام نہیں کرتا یہاں کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلا پھیلا کر پانی سے کہتا رہے یہاں پانی آ اور میری پیاس بجھا دے تو کیا پانی اس کی پیاس بجھا دے گا۔ فرمایا اس کی طرف ہاتھ پھیلاتا رہے اسے پکارتا رہے اس کی خاصیت ہی اللہ نے اس میں رکھی ہے کہ وہ پیاس بجھا دے وہ سامنے موجود بھی ہے لیکن یہ اللہ کے بنائے ہوئے قاعدے کے مطابق چلو بھر کر نہ پئے اور پانی کو پکارنا شروع کر دے آ جا اور میری پیاس بجھا دے۔

وما ھو ببالغہ۔ تو پانی کو اللہ نے یہ قدرت نہیں دی کہ وہ خود اٹھ کر منہ میں چلا جائے اور اس کی پیاس بجھا دے پیاسہ ہی مرے گا۔ فرمایا یہی حال کافر کی ہر پکار کا ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی عظمت کو بھولا کر اللہ کے بتائے ہوئے قاعدے کو بھلا کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع چھوڑ کر جو طریقے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں ان سے ہٹ کر جب وہ عیش کرنا چاہتا ہے دولت کمانا چاہتا ہے عزت تلاش کرنا چاہتا ہے آرام چاہتا ہے تو فرمایا اسے نتیجتاً کچھ بھی نہیں ملتا ساری زندگی سوائے مشقت اور سوائے محنت ضلالت کے اس کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا۔

لہٰذا زندگی گزارنے کا سب سے آسان سب سے بہترین اور سب سے نفیس طریقہ یہی ہے کہ اللہ کی عظمت کا اقرار کیا جائے اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے اور اس طریقے سے بسر کی جائے جس طریقے سے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بسر کرنے کا حکم دیا ہے یہی انسان کے لئے دنیا میں بھی عزت اور آرام کا سبب ہے اور یہی انسان کے لئے ہمیشہ کے عزت اور آرام کا سبب ہے۔ اور اس سارے قاعدے کو چھوڑ کر محض اپنی عقل سے آدمی جو اندازے سے لگاتا ہے میں یہ کروں گا تو وہ حاصل کر لوں گا وہ کروں گا تو یہ حاصل ہو جائے گا۔ فرمایا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا سوائے گمراہی اور تباہی کے۔

اللہ کریم ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ : صفحہ نمبر ۲۸ سے آگے

پسند کرو گے کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر میں لے جاؤ۔"

الغرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اطہر ایک روشن آفتاب تھا جس سے اونچے پہاڑ، ریتلے میدان، بہتی ندیاں، سرسبز کھیت برابر اپنی صلاحیت کے مطابق روشنی حاصل کرتے تھے۔ یا ابر باراں تھا جو پہاڑ اور جنگل میدان اور کھیت، ریگستان اور باغ ہر جگہ برستا تھا اور ہر ٹکڑا اپنی صلاحیت کے مطابق سیراب ہو رہا تھا۔ اور قسم قسم کے درخت اور رنگا رنگ کے پھول اگ رہے تھے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنتہ۔

JOIN SIQARAH COLLEGE

Affiliated to Lahore Board / Punjab University

For

F.A. / F.Sc / I. COM / B. Sc (GEN. Sc).

Special Features:

- A Totaly Non-commercial Institute.
- Custom - Built Campus.
- Facilities For Computer Education.
- Fully Qualified Faculty.
- N.C.C Training Provided.
- Special Attention On Moral And Spiritual Education.
- Hostal Facilities Available.

Admissions For Intermediate Class (XI)th will Open After Declaration of Matric Results.

Managed By:
Anjuman Dar-Ul-Irfan (Regd)
And Awaisia Co-op. Housing
Society (Regd).

Principal:
Prof. M.A. Saeed
M.A. (Pb), D. St. (PB)
B.A. Hons (Lond) Ex-Chairman Bise Lhr
Ex - DPI (Colleges)

Awaisia Society Near Ghazi Chowk College Road, Township,
Lahore. PH: 842998 -5180321